

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا
اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی
سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو

حبل اللہ

الَّذِينَ يَدْعُونَ أَنفُسَهُمْ إِلَى الْإِيمَانِ وَأُذِّنُوا فِي الْإِيمَانِ
أَنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَكَّمُوا إِلَى الظَّالِمِينَ وَقَدْ

أَمْرًا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ط (سورة النساء آیت ۶۰)

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اس (کتاب) پر جو
اپنی طرف نازل ہوئی ہے اور آپ سے پہلے نازل ہونے والی (کتابوں) پر بھی۔ مگر چاہتے ہیں
کہ اپنے معاملات کے فیصلے کیلئے ظالمین کی غوث سے رجوع کریں۔ حالانکہ انہیں ظالمین سے کھر کر نیک حکم دیا گیا تھا۔

الهامی ادب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا
مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا
كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ أَفَأَمِّنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا
بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ۝ أَوَأَمِّنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ
بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يُلْعَبُونَ ۝ أَفَأَمِّنُوا مَكَرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ
مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ۝

○ ○ ○ ○ ○ ○

اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان
اور زمین کی برکتوں کے دھانے کھول دیتے مگر انہوں نے تو تکذیب کی روش اختیار کی۔
لہذا ہم نے اس بڑی کمائی کی سزا میں انہیں پکڑ لیا۔ کیا اب بستیوں کے لوگ اس سے
بے خوف ہو گئے ہیں کہ ہماری گرفت کبھی اچانک ان پر رات کے وقت نہ آجائے جبکہ وہ سو رہے
ہوں یا انہیں اطمینان ہو گیا ہے کہ ہمارا مضبوط ہاتھ کبھی یکایک ان پر دن کے وقت نہ پڑے
گا جبکہ وہ کھیل میں مشغول ہوں، کیا یہ لوگ اللہ کی چال سے بے خوف ہیں؟ حالانکہ اللہ کی چال
سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو خسارہ پانے والی ہو۔ (سورۃ الاحزاب ۹۶-۹۹)

کمال اللہ

مدیر، محمد اعظم خان
نائب مدیر، طارق نسیم

اچس شمارے میں

○ قرینہ ○

① حدیث دل

اداریہ

② خُفِظُوا عَلَى السُّلُوتِ

ڈاکٹر رفیق حسین شاہ

③ انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور طریقہ القلاب

انجم رشتیق

④ عقیدہ شفاعت قرآن و حدیث کی نظر میں

اشیخ یعقوب علی

⑤ مالکم لاترجون للہ وقارا

انیس الدین

⑥ شعیب علیہ السلام

محمد آصف خان

⑦ قافلہ ہے زوال و زوال

سلمان محمد اللہ

غالبہ عزیز

⑧ سلسلہ سوال و جواب

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

معاونین

محمد علی گل

اشیخ یعقوب علی

سعید احمد

ڈاکٹر طارق الرحمن

انیس الدین

پیشہ
بلا قیمت
تقسیم کیا جاتا
ہے



مقام اشاعت خط و کتابت پتہ
ڈاکٹر حبیب اللہ
18-ا کی، رفاہ عالم سوسائٹی، کراچی 74
فون: 840000

تحریر کی کو متحرک رکھنے اور
حبیب اللہ کی اشاعت ممکن بنانے
کے لیے ہر لمحہ کچھ مالی تعاون
ضرور فرمائیے۔

حدیث دل

آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے مکہ میں اپنے والدی الہکم اللہ واحد کی پکار نے اس پس ماندہ بستی میں خلاطم پیدا کر دیا تھا۔ وہ معاشرہ جو ہر قسم لحاظ سے بستی کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا، نسلی تنازع اور قبائلی عصبیت کا شکار تھا، جہاں لوگوں کی زندگی کا مقصد عیش و طرب کے سوا کچھ نہ تھا۔ رقص و سرور عروانی و فحاشی، قتل و غارتگری انکا معمول تھا۔ ان کا شعروادب فحش نگاری سے بری طرح آلود تھا اور اس پر ان کو پیدائش تھا۔ لڑکیوں کی ولادت ان کے ان یہاں باعث تک و تار کبھی جاتی اور بسا اوقات ان کو زندہ ہی دفن کر دیا جاتا تھا۔ غلاموں کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا۔ قبروں اور تراشی ہوئی سورتوں کی پرستش عام تھی۔ انبیاء اور صلحاء کو غوث و مشکل کشا سمجھ کر استمداد کیلئے پکارتا، ان سے حاجت روائی کی امید رکھتا، ان کے عالم الغیب اور بلوغ و شرف ہونے کا عقیدہ رکھتا اور ان کی خوشنودی کیلئے جانوروں کی قربانی اور فصلوں میں ان کا حصہ رکھتا ان کا دین تھا۔ ان غرض وہ اللہ کو ماننے کے دعویدار تو تھے لیکن اس کے محبوب و مقبول بندوں کو اس کی ذات و صفات و اختیار میں شریک کرنا ان کے دین کا جزو لا ینفک تھا۔

اس مشرک قوم کا اقوام عالم میں کوئی مقام نہ تھا، وہ اپنے وجود کا کیلئے اس وقت کے بڑے ہلاک قیصر و کسریٰ کے محتاج تھے۔ اس آفاق دعوت نے تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے اخلاقی اور سیرت و کردار میں انقلاب برپا کر دیا۔ "قلو لا الہ الا اللہ" اور "استواہنکم" کی پکار پر "امنا" کہنے والوں کا عقیدہ مشرک کی آمیزش سے یکسر پاک ہوا اور ساتھ ہی آخرت کے جواب دہی کے احساس نے ان کو انتہائی سچی و ذمہ دار، "لعم و ضبط کا پابند" سچ و طاقت کا جوکر، اللہ اور رسول کا مطیع و فرمانبردار بنا دیا۔ لیکن اللہ سبح اللہ کی پکار تمام باطل پرستوں، پیشرو و دینی رہنماؤں اور معاشرہ میں اعلیٰ مقام رکھنے والوں اور ان کی تقلید کرنے والوں کے عقائد و نظریات پر بھی یکن کر گری اور وہ اس کی بحر و بحر و مخالفت و مزاحمت پر کمر بستہ ہو گئے۔ پھر اللہ کے رسول اور آپ کے صحابہؓ پر ایڈاؤں کے پہاڑ توڑے گئے۔ کل یا سر، بلال بن رباح، خباب بن ارت اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے جوہر و حتم کا تختہ مشق بنے لیکن ظلم و جور کی یہ مہم ان کے جذبہ ایمان کو سر نہ کر سکی۔ دنیا کی بجائے آخرت کو اپنی منزل سمجھ لینے والوں نے تو اپنے رب سے جان و مال کے عوض جنت کی بہاروں کا سوا کر لیا تھا۔ اس گمراہے شعور و احساس نے جاں نسل صحابہؓ کو انگیز کر لیتا آسمان بنا دیا اور وہ انتہائی سخت صبر آزا حالات میں ثابت قدمی اور وفا شعاری سے راہ حق میں بے رہے یہاں تک کہ ہجرت کے مرحلہ سے گزر کر میدان قتل میں اترے اور جان کا نذرانہ پیش کر کے اس مشن کی تکمیل کی جس کیلئے اللہ نے ان کو چھاننا تھا۔ پھر رب ذو الجلال نے ان سے کیا ہوا وعدہ استخلاف پورا کیا اور نصف صدی کے قلیل عرصہ میں وہ نہ صرف عرب کے مقتدر و حکمران بنے بلکہ متعدد دین کا مشرک حصہ ان کا محکوم پایا۔ یگذا رہن گیا۔ اللہ نے ان کے ذریعہ اپنے دین اسلام کو ممکن عطا فرمایا اور باطل سرنگوں ہو گیا۔

لیکن آج چشم تدر جہان وہ بیٹان ہے کہ تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دینے والی قوم کے غلو ف کس زبوں حالی کا شکار ہیں۔ اس کلمہ کو "صوم و صلوٰۃ" حج و زکوٰۃ کی پابند قوم کی بہتیاں ہلاکت و بربادی، ذلت و خواری کی تصویر اور انسانی عظمت و عصمت کے قبرستان بن گئے ہیں۔ ان بستیوں سے اٹھنے والے جو کہیں اور پانی سے ارزاں بننے والے خون سے پوری لٹکا کد رہے اور اخبار و رسا کل کے صفحے سیاہ ہیں۔ ایک وہ دور تھا کہ بنو حنیقلہ کے بازار میں ایک مومنہ خاتون کی بے حرمتی پر ایک مومن مرد مجاہد کی غیرت ایمانی جوش میں آئی اور اس نے شیطان صفت یہودی کا سر قلم کر دیا اور پھر پورے یہودی قبیلہ بنو حنیقلہ کو جو انتہائی طاقتور مسلح و منظم تھا مدینہ سے نکال دیا گیا۔ شدھ کی مسلم خاتون کی فریاد پر سترہ سالہ مجاہد قہر الہی بن کر آیا اور شکیر راجہ و اہر کا غور خاک میں ملا کر اسلام کا جھنڈا بلند کر کے واپس چلا گیا اور آج ان کلمہ گو خواتین کی انتہائی آمد و بزی پر کسی قائل ذکر رد عمل کی جرات کسی اسلامی ملک میں باقی نہیں رہی غیرت ایمانی کا کیا فائدہ ان ہے! وقت کتاب بدل گیا ہے "کل" اور "آج" میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا ہے۔ کل اسلام حکمن تھا اور مسلم عزت و وقار کا حامل۔ لیکن آج یہ پست حال ہے، عزت و وقار سے یکسر محروم۔ اقوام عالم میں اس کا کوئی مقام نہیں رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کا کلمہ گو وہ نہیں رہا جس سے وعدہ استخلاف کیا گیا تھا جس کو عزت و سرفرازی کی بشارت دی گئی تھی۔ یہ وعدہ تو کمرے ایمان کے حامل بچے مجاہدین سے کیا گیا تھا :

○ جو کتاب اللہ سے ہدایت حاصل کریں، متقی و محسن بن کر اللہ کی رحمت کے حقدار بنیں۔

○ اکتھ الامون کیلئے ان کنتم مومنین کی شرط پر پورے اتریں

○ استخفاف کیلئے بعدونہی لایسر کون ہی شہاد کا تقاضہ پورا کریں

لیکن جو کوئی عہد کر کے پھر غدر کرے تو پھر ایسے کافرو کا سبق کیلئے سزا بھی شدید ہے 'دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں جہنم کا عذاب۔ ان بنیادی تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب اس امت مسلمہ پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ ان کا عقیدہ و عمل پہلی امتوں کی طرح شرک سے آلودہ ہے۔ قبروں میں انسانی ہاتھوں دفن کئے جانے والے مردہ انسان ان کے وراثت و عقیقہ 'خوش و مشکل کشا ہیں۔ قبروں پر حقیقت 'خوف و امید کے جذبات کے ساتھ حاضری دینا وہاں کوئی قسمت کھری ہونے اور خالی گود بھری جانے کا عقیدہ رکھنا 'پھر اس قدر مرزوں سے وابستگی کے تحت ان کی خوشنودی اور جذبہ شکر سزا دہی سے دن مقرر کر کے ان کی نذر و نیاز کرنا 'ان کے نام کی جلیلیں لگانا یہ سب ان کے دین کا لازمی حصہ ہے۔ حاجت روائی اور فریاد رسی کیلئے غیر اللہ کی پکاریں ان ہستیوں سے محبت و وابستگی کا لازمی تقاضہ سمجھا جاتا ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ ایسے شرک آمیز ایمان اور شرکاء اعمال سے کس کی پست امت کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت کی حقدار ہو سکتی ہے؟

صاف ظاہر ہے کہ ایمان و تقویٰ کی مطلوبہ شرائط اور تقاضے پورے کئے بغیر اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت و نصرت کی امید رکھنا محض حماقت و حماقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب ہدایت کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ (سورۃ الحجرات ۹) لیکن حامل کتاب کی فلاح و سرفرازی کا وعدہ مشروط ہے۔ قرآن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حامل کتاب امتیں جب تک مسلم رہیں 'ان کا ایمان شرک کی آمیزش سے قطعاً پاک رہا اور وہ خیر امت ہونے کا عملی ثبوت انفرادی اور اجتماعی سطح پر فراہم کرتی رہیں 'تو اللہ کی رحمت ان کے شامل حال رہی وہ دنیا میں بھی کامیاب و سرفراز رہیں اور آخرت کی فلاح کی حقدار بنیں۔ لیکن جیسے ہی انہوں نے انہی دشمن شیطان کے آگے سپر انداز ہو کر صراط مستقیم سے انحراف کیا 'آخرت کو چھوڑ کر دنیا طلبی کی راہ اپنائی تو جو ابدی سے غفلت کی روش نے انہیں کتاب اللہ اور نبی کی تعلیمات سے دور کر دیا 'بہت پیشہ و دنیا پرست اخبار و رہبان کو کھلی چھوٹ مل گئی اور پھر یہ قومیں فرقوں میں بٹ کر شرک کی لعنت کا شکار ہو گئیں اور اللہ کی نظر کرم سے محروم بلکہ اس کے عذاب کی مستحق قرار دی گئیں۔ گھر کے اندر بھی کشت و خون ہوا اور دوسری اقوام کے ہاتھوں ذلت و رسوائی سے دوچار ہو گئیں۔

بنی اسرائیل اور دوسری اقوام کے عروج و زوال کا جو نقشہ قرآن پیش کرتا ہے۔ آج ہماری ملت اسلامیہ اسی تاریخ کو دہرا رہی ہے۔ کسی سنگین اور جھرت ناک صورتحال ہے اللہ پناہ میں رکھے! رب کریم کی رحمت تو مختصر ہے لیکن ہدایت کی شکل میں۔ اب اللہ تعالیٰ نے جن سعید القلبر انسانوں کو قلب سلیم عطا فرمایا اور بصیرت و تدبیر کی نعمت سے نوازا ہے ان کی ذمہ داری ہے کہ کتاب اللہ اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغور مطالعہ کریں 'لیکن تمام مکاتب فکر اور مسالک کے بندھنوں سے آزاد ہو کر اور خود کو صرف اور صرف مسلم بنا کر۔ پھر اپنے ایمان کو قرآن و حدیث کی رہنمائی میں ہر قسم کے شرک کی آلائش سے پاک کریں 'ایمان باللہ کی لازمی شرط کفر یا طاغوت کا حق ادا کریں۔ یعنی وہ اخبار و رہبان جنہوں نے باطل عقائد و نظریات کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کیا اور ان کے یہ بیوکار جو ان کا پرستی و گردہ بندی کا شکار ہو کر قرآن و حدیث کے خلاف ان اکابرین کے دین کے پرچار میں لگے ہوئے ہیں ان سب سے قطعاً اجتناب اور بیزاری کا رویہ اختیار کریں اور ساتھ ہی معاشرہ کے مقتدر اور بال اثر افراد جو ذہنی مرغوبیت کا شکار اور طاغوتی نظام کے موکل و موید ہیں اور کتاب اللہ اور سنت رسول سے استہزاء کی روش اپنائے ہوئے ان سے بھی قطعی برائت کا اظہار کریں۔ پھر ایسے گھرے اور خالص ایمان کے ساتھ حسن اخلاق اور پاکیزہ کردار کے حامل صالح افراد آخرت طلبی کے جذبہ سے سرشار حب رسولؐ و صحابہؓ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے آراستہ ہو کر میدان عمل میں اتریں اور دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیں جیسا کہ رب کریم کا فرمان ہے۔

ومن احسن لولا من دعا الی اللہ وعمل صالحا وقل قننی من المسلمین (سورۃ قم آیت ۳۳)

اس راہ کی صحیحوں اور ہر قسم کی آزمائشوں کو نبی علیہ السلام اور آپ کے جانثار صحابہ کرام کے اسوہ حسنہ کی رہنمائی میں انگیز کرتے ہوئے راہ حق میں آگے بڑھتے رہیں اور کسی بھی صورت میں صبر و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ اسی وقت امید کی جاسکتی ہے کہ رحمت الہی جوش میں آئے گی اور رنگ جہاں بدلے گا انشاء اللہ۔

رب کریم کا بے حد شکر ہے کہ اس نے اپنے ناجیہ بندوں کو ایمان خالص اور اس کے تقاضوں کا شعور اور آخرت کی جوابدہی کے احساس سے نوازا ہے۔ مالک کائنات اس کی قدر دانی اور اس کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق احسن عطا فرمائے اور ہر قسم کے شروقتہ سے اپنی پناہ میں رکھے

(آمین) ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

حِفْظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ

ڈاکٹر رفیق حسین شاذ کراچی

صلوۃ اسلام کا ایسا فریضہ ہے جس کی ادائیگی ستر و حضر، صحت و بیماری، امن و جنگ کسی بھی حالت میں معاف نہیں ہے۔ اس کی ادائیگی کی تعلیم ہر نبی نے اپنی امت کو دی ہے۔ انسانوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے کے بعد جو عملی عبادت سب سے پہلے فرض کی گئی وہ صلوۃ ہی ہے۔ اسی طرح حاتم النبیین محمد ﷺ پر نازل کی گئی شریعت میں بھی سب سے پہلے صلوۃ فرض ہوئی۔ اگرچہ ابتدائے میں صلوۃ کی تعداد کچھ کم تھی لیکن معراج کے بعد ہمیشہ کے لئے اس آخری امت پر پہلے وقت کی صلوۃ فرض کر دی گئی۔

صلوۃ کن پر فرض ہے:- صلوۃ کی اہمیت اور اس کی ادائیگی کے طریقہ کار کو سمجھنے سے پہلے ایک بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ صلوۃ صرف اور صرف صاحب ایمان پر فرض ہے وہ لوگ جن کے ایمان میں کفر و شرک کی آمیزش ہو تو ان پر صلوۃ ہرگز فرض نہیں ہے۔ ایمان سے عاری لوگوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے کچھ بھی فرض نہیں کیا۔ چنانچہ فرمایا:

ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا (سورۃ النساء آیت ۱۰۳)

ترجمہ: "بے شک صلوۃ مومنوں پر فرض کی گئی ہے مقررہ اوقات میں۔"

اس ضمن میں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص کلمہ کا اقرار کرتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کے عقائد میں کفر و شرک کی ملاوٹ ہو تو وہ بدستور شرک ہی سمجھا جائے گا لہذا ایسے شخص پر بھی کوئی اسلامی عبادت بشمول صلوۃ فرض نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عمل صالح کے لئے ایمان کو لازمی قرار دیا ہے اور ایمان وہی معتبر ہے جو کفر و شرک سے پاک ہو فرمایا:

ومن يعمل من الصلحت من ذكر او انثى وبهو مومن فاولئك يدخلون الجنة ولا يظلمون نقيرا (سورۃ النساء آیت ۱۲۴)

ترجمہ: "جو نیک کام کریگا مرد ہو یا عورت اور وہ ہو ایمان والا بھی تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر بھی حق تلفی نہیں کی جائیگی۔"

سورۃ ابراہیم میں فرمایا:

قل لعبادی الذین امنوا یقیموا الصلوة (سورۃ ابراہیم آیت ۳۱)

ترجمہ: "(اے نبی) میرے مومن بندوں سے کہہ دو کہ صلوۃ قائم کریں"

درج بالا آیات کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کی وحدانیت پر صحیح معنوں میں ایمان لائے بغیر کوئی نیک عمل کرتا بھی ہے تو اللہ کے یہاں اس کا کوئی اجر و ثواب نہ ہوگا، فرمایا:

ومن يكفر بالايمن فقد حبط عمله (سورة المائدة آیت ۵)

ترجمہ: "اور جو کوئی ایمان کے ساتھ کفر کرے اس کے عمل ضائع ہو گئے۔"

عاملة ناصبة تصلي نارا حامية (سورة العنكبوت آیت ۲۴)

ترجمہ: "سخت عمل کرنے والے تھکے ماندے آگ میں داخل کیے جائیں گے۔"

مثل الذين كفروا بربهم اعمالهم كرماد اشتدت به الريح في يوم عاصف (سورة ابراهيم آیت ۱۸)

ترجمہ: "جن لوگوں نے اپنے رب کا کفر کیا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسی راکھ کہ آندھی کے دن اس پر زور کی ہوا چلے اور اسے اڑا لیجائے۔"

اس کے برعکس جو لوگ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحدانیت پر بخیر ایمان رکھتے ہیں اور جن کی کیفیت یہ ہو کہ:

انما المومنون الذين امنوا بالله (سورة الحجرات آیت ۱۵)

یہ یقین ہو کہ وہی ایک اکیلا مالک ہے انسانیت کا، وہی خالق ہے وہی آقا، اسی نے کائنات کو پیدا کیا وہی زندگی اور موت پر قادر ہے اسی کو نفع اور نقصان کا اختیار ہے۔ اسی کی رضا سے سب کچھ ہو گا وہ ناراض ہو جائے تو کس کی خوشی کام نہیں آسکتی وہی اکیلا تمام مخلوقات کا داتا، دستگیر، مشکل کشا اور حاجت روا ہے۔ معزز سے معزز فرشتہ اور بلند سے بلند رتبہ والا ولی اسکا عظام اس کا محتاج ہے اس کی ذات ہر کمزوری سے پاک، زغہ و جاوید ہے اس کی بادشاہی ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے وہی اس لائق ہے کہ اس کا حکم مانا جائے وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کے آگے سجدہ ریزی کی جائے براہ راست اسی سے دعا کی جائے اور بجز اس کے اسماء حسنی کے کسی اور کو واسطہ اور وسیلہ نہ بنایا جائے جن کے ایمان کا یہ معیار اور اللہ کے ساتھ یہ تعلق ہو جائے تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے غیر اللہ کی الوہیت کا انکار کریں اور اللہ کے اقرار پر ان کا یقین جم جائے۔ مالک فرماتا ہے کہ صحیح معنوں میں مومن یہ ہیں اور ان کا ایمان اللہ کے یہاں معتبر ہے۔ ایسے ہی لوگوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے نہ صرف صلوٰۃ پابندی وقت کیساتھ فرض کی ہے بلکہ ان کو صلوٰۃ کی محافظت کا بھی سختی سے حکم دیا ہے۔ اور صلوٰۃ کی ادائیگی میں سستی اور غفلت برتنے والوں کو سخت عذاب اور خسارے کی وعید سنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں جو سراسر ہدایت و رہنمائی ہے اس سے ہدایت حاصل کرنے والوں کی صفت یہ بتائی کہ وہ صلوٰۃ قائم کرتے ہیں۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا:

آلَمَ ذَلِكَ الْكُتُبَ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يَوْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ

مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (سورة البقرہ آیت ۲۴۱)

درج بالا آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غیب پر ایمان لانا، صلوٰۃ قائم کرنا (یعنی محض انفرادی صلوٰۃ ادا نہ کرنا بلکہ باجماعت صلوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرنا) اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا یہ ایسی صفات ہیں جو قرآن مجید سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کرنے والوں میں لازمی موجود ہونا چاہئیں۔ معلوم ہوا کہ صلوٰۃ قائم کرنا ہدایت یافتہ اور متقی لوگوں کی لازمی صفت ہوتی ہے۔ فرمایا:

طس تلك ايت القرآن وكتاب مبين هدى و بشرى للمومنين الذين يقيمون الصلوة و يوتون

الزکوۃ وهم بالآخرة هم يوقنون (سورة النمل آیت ۳۱)

ترجمہ: "ط۔ س۔ یہ آیات میں قرآن اور کتاب میں کی ہدایت و بشارت میں ان ایمان لانے والوں کے لئے جو صلوٰۃ قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور یہ لوگ آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔"

یعنی قرآن مجید کی آیات سے رہنمائی اور ہدایت صرف انہی لوگوں کو حاصل ہو سکتی ہے جو منہلہ دیگر ارکان کے صلوٰۃ قائم کرتے ہیں اور آخرت کی کامیابیوں کی خوشخبری بھی انہیں لوگوں کے لئے ہے۔ اور جو لوگ صرف مان کر بیٹھ جانے والے ہوں تو وہ قرآن سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے جب تک کہ وہ ایمان لانے کے فوراً بعد ہی عملی اطاعت کے لئے آمادہ نہ ہو جائیں اور عملی اطاعت کا اولین مظہر "صلوٰۃ" ہے۔

سورة لقمان میں ارشاد ہوتا ہے۔ الم تلك ايت الكتب الحكيم هدى ورحمته للمحسنين الذين

يقيمون الصلوة ويوتون الزکوۃ وهم بالآخرة هم يوقنون (سورة لقمان آیت ۳۱)

ترجمہ: "ا۔ ل۔ م۔ یہ حکمت سے (بھری ہوئی) کتاب کی آیات میں نیکو کاروں کے لئے ہدایت اور رحمت جو صلوٰۃ قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔"

سورة لقمان کی درج بالا آیات میں بھی قرآن مجید کی ہدایت اور رحمت دونوں کو صلوٰۃ قائم کرنے والوں اور زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لئے مخصوص فرمایا ہے۔

صلوٰۃ کی حفاظت :- اللہ تبارک و تعالیٰ نے صلوٰۃ کی حفاظت کے لئے بار بار تنبیہ فرمائی ہے۔ فرمایا:

حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى (سورة البقرة آیت ۲۳۸)

ترجمہ: "حفاظت کرو تمام صلوٰۃ کی اور خصوصاً صلوٰۃ وسطیٰ کی۔"

والذين هم على صلاتهم يحافظون (المومنون آیت ۹)

ترجمہ: "اور جو اپنی صلوٰۃ کی حفاظت کرتے ہیں۔"

صلوٰۃ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ صلوٰۃ کو صحیح وقت پر ادا کیا جائے صلوٰۃ کے ارکان اور آداب کا خاص خیال رکھا جائے جسم اور کپڑے صاف ستھرے ہوں وضو ٹھیک طریقے سے کیا جائے غرض صلوٰۃ سے تعلق رکھنے والے ہر پہلو کی پوری نگہداشت کی جائے کسی ایسے امام کی اقتداء میں صلوٰۃ ادا کرنا جس کا عقیدہ صحیح نہ ہو صلوٰۃ کو صانع کرنے کے مترادف ہے۔ پھر فرمایا کہ:

والذين هم على صلاتهم يحافظون اولئك في جنت مكرمون (سورة المعارج ۳۴-۳۵)

ترجمہ: "اور جو لوگ اپنی صلوٰۃ کی حفاظت کرتے ہیں ایسے ہی لوگ ہیں جو جنت میں عزت سے رہیں گے۔"

اور اس کے برعکس وہ لوگ جو صلوٰۃ کو پابندی کے ساتھ ادا نہیں کرتے اور اس معاملہ میں سستی اور غفلت برتتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ نے جہنم کی وعید سنائی ہے۔ فرمایا:

فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون (الاعون ۳-۵)

ترجمہ: "پس خرابی ہے ایسے مصلین کے لئے جو اپنی صلوٰۃ سے غفلت برتتے ہیں۔"

فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا (سورة مريم آیت ۵۹)
ترجمہ: ان (صلح لوگوں) کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے صلوٰۃ کو ضائع کیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگے ایسے لوگ عنقریب جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

نبی علیہ السلام نے صلوٰۃ کو مومنین اور کفار و مشرکین کے درمیان فرق قرار دیا:
عن بريدة قال قال رسول الله ان بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلوة (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)
ترجمہ: "بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومنین اور کفار و مشرکین کے درمیان صلوٰۃ کا فرق ہے۔ جس نے اسے ترک کیا اس نے کفر کیا۔"

ایک اور روایت جو جابر رضی اللہ عنہ سے روئی ہے میں نبی ﷺ نے فرمایا:
العهد الذي بيننا وبينهم الصلوة فمن تركها فقد كفر (صحیح مسلم)
ترجمہ: "ہمارے اور (کفار) کے درمیان صلوٰۃ کا فرق ہے۔ لہذا جس نے صلوٰۃ چھوڑ دی اس نے یقیناً کفر کیا۔"
صلوٰۃ بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر (سورة العنكبوت آیت ۳۵)
ترجمہ: "بے شک صلوٰۃ بے حیائی کے کاموں اور منکرات سے روکتی ہے۔"

یعنی صلوٰۃ کا مقصد بندہ میں ایسے اوصاف پیدا کرنا ہے کہ اس سے بے ادبی، بدتمیزی اور بداخلاقیت سب دور ہو جائے اس کے اندر نظم و ضبط کے اوصاف پروان چڑھیں اور سیرت و اخلاق میں نکھار پیدا ہو۔ صلوٰۃ انسان کے ذہن میں یہ حقیقت تازہ رکھتی ہے کہ وہ خود مختار نہیں ہے بلکہ رب العالمین کا بندہ ہے صلوٰۃ انسان کے اندر احساس فرض شناسی کو بیدار رکھتی ہے۔

صلوٰۃ کے فوائد اور مقاصد حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ صلوٰۃ میں جو کچھ زبان سے ادا کیا جائے اسے سمجھا بھی جائے ورنہ بصورت دیگر نمازی پر صلوٰۃ کی ادائیگی کے وہ تقاضے ظاہر نہیں ہو سکیں گے جس کا صلوٰۃ مطالبہ کرتی ہے حدیث میں آتا ہے کہ جب بندہ صلوٰۃ ادا کرتا ہے تو اپنے رب سے سرگوشیاں کرتا ہے حمد و ہیمن کرتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ اگر بندہ صلوٰۃ کو بغیر سمجھے ادا کریگا تو وہ کیونکر ان حمدوں کو اپنی عملی زندگی میں پورا کر سکے جو اس نے اپنے رب کے سامنے صلوٰۃ کی حالت میں کئے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر نمازیوں کے عقائد بالکل اس کے برخلاف ہیں جس کا وہ صلوٰۃ میں اقرار کرتے ہیں ذیل میں صلوٰۃ میں ادا کیئے جانے والے الفاظ اور مشرکانہ عقائد رکھنے والوں کا مقابلہ پیش کیا جاتا ہے۔

صلوٰۃ میں ادا کیئے جانے والے الفاظ

(۱) صلوٰۃ میں "اللہ اکبر" کہہ کر اللہ کی کبریائی کا برملا اعتراف کیا جاتا ہے۔

(۲) صلوٰۃ کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ میں یہ اقرار کرتے ہیں کہ "ایاک نعبد و ایاک نستعین" یعنی

”اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔“

(۳) رکوع میں ”سبحان ربی العظیم“ پڑھتے ہیں یعنی میرا رب پاک اور عظیم ہے۔

(۴) رکوع سے اٹھتے وقت اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ”سمع اللہ لمن حمدہ“ یعنی اللہ نے اس کی سن لی جس نے اس کی تعریف کی۔

(۵) تشہد میں یہ اقرار کرتے ہیں کہ التحیات لله والصلوات والطیبات

یعنی میری قولی، فعلی، مالی اور بدنی عبادات اللہ کے لئے ہیں۔

(۶) تشہد کے آخر میں درود پڑھتے ہیں۔ اللهم صل علی محمد الخ

یعنی اے اللہ محمد (ﷺ) پر رحمت فرما

نمازیوں کے مشرکانہ عقائد

(۱) یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ انبیاء اولیاء اور صلحاء بھی اس کی کبریائی میں شریک ہیں۔ اسی لئے انہیں داتا، دستگیر، مشکل کشا، مختار کل جیسے القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔

(۲) لیکن یہی حضرات جب صلوٰۃ پڑھ کر باہر نکلتے ہیں اور اگر انہیں کوئی شہو کر لگ جائے یا کوئی مشکل آجائے تو بے اختیار پکار اٹھتے ہیں، یا علی مدد، یا رسول اللہ (ﷺ) مدد، یا جیلانی مدد۔

(۳) عبدالقادر جیلانی کو بھی غوث الاعظم اور غوث پاک قرار دیتے ہیں۔

(۴) عقیدہ یہ رکھتے ہیں کہ اللہ ہماری دعا براہ راست نہیں سنتا بلکہ قوت شدہ بزرگوں کے ذریعہ اللہ تک ہماری شغوائی پہنچتی ہے۔

(۵) لیکن نذر و نیاز جو مالی عبادت ہے غیر اللہ کے نام کی کرتے ہیں مثلاً گیارہویں غوث کا لنگر وغیرہ

(۶) لیکن عقیدہ یہ رکھتے ہیں کہ درود فرشتے اللہ کی بجائے نبی علیہ السلام کو پہنچاتے ہیں اور نبی علیہ السلام اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

صلوٰۃ منافق :- صلوٰۃ کی ادائیگی میں غفلت، سستی، کاہلی اور ریاکاری منافق کی صفات میں سے ہیں قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

ان المنفقین یخدعون اللہ وهو خادعہم واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالی یرأون الناس ولا ینکرون اللہ الا قلیلاً (سورۃ النساء ۱۴۲)

ترجمہ: ”منافق اللہ کو دھوکا دیتے ہیں جبکہ وہی انہیں دھوکے میں ڈالنے والا ہے اور جب یہ صلوٰۃ کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے یہ اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔“

نبی علیہ السلام نے صلوٰۃ العصر میں منافق کے طرز عمل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلك صلوٰۃ المنافق یجلس یرقب الشمس

حتیٰ اذا اصفرت وكانت بين قرني الشيطان قام فنقر اربعاً لا يذكر الله فيها الا قليلاً (صحیح مسلم)

ترجمہ: "انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ منافق کی صلوٰۃ ہے کہ سورج کا انتظار کرتے ہوئے ہنستا رہتا ہے یہاں تک کہ جب وہ زرد ہو جاتا ہے شیطان کے دو سینگوں کے درمیان پس کھڑا ہوتا ہے اور چار ٹونگیں مارتا ہے صلوٰۃ میں اللہ کو بہت کم یاد کرتا ہے۔"

صلوٰۃ النجر اور عشاء میں منافق کا ذکر کرتے ہوئے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا منافقوں پر نجر اور عشاء سے بڑھ کر کوئی صلوٰۃ بھاری نہیں اگر وہ جان لیں ان میں (یعنی فجر اور عشاء) ثواب کیا ہے تو وہ ضرور آئیں گے اگرچہ انکو اپنے سرین پر چل کر ہی آنا پڑے۔" (بخاری، مسلم)

پس معلوم ہوا کہ صلوٰۃ کی ادائیگی میں سستی اور غفلت بہت بڑا خسارہ ہے جس سے ہر مومن کو گریز کرنا چاہیے۔
جہاں اللہ رب العالمین نے ایمان والوں پر صلوٰۃ کو فرض کیا وہیں اس کی ادائیگی کی تعلیم بھی اپنے نبی علیہ السلام کے ذریعہ فرمائی اور خود نبی علیہ السلام کو یہ تعلیم جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے فرمائی:

عن ابن عباس قال قال رسول الله امني جبرئيل عند البيت مرتين... والوقت ما بين هذين الوقتين (ابوداود، ترمذي، بحوال المشكاة كتاب الصلوة باب مواقيت الصلوة)

ترجمہ: "ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو مرتبہ جبرئیل علیہ السلام نے خانہ کعبہ کے نزدیک میری امامت کی پس صلوٰۃ پڑھائی مجھ کو ظہر کی جب آفتاب ڈھل گیا اور سایہ اپنے اصل کے مانند ہو گیا۔ اور صلوٰۃ پڑھائی مجھ کو عصر کی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر کا ہو گیا۔ اور صلوٰۃ پڑھائی مجھ کو مغرب کی جس وقت کہ افطار کرتا ہے روزہ دار اور صلوٰۃ پڑھائی مجھ کو عشاء کی جبکہ غائب ہو گئی شفق اور صلوٰۃ پڑھائی مجھ کو فجر کی جب حرام ہو جاتا ہے کھانا پینا روزہ دار پر، پھر جب دوسرا دن ہوا تو صلوٰۃ پڑھائی مجھ کو ظہر کی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا۔ اور صلوٰۃ پڑھائی عصر کی جب کہ سایہ دوگنا ہو گیا اور صلوٰۃ پڑھائی مغرب کی جس وقت افطار کرتا ہے روزہ دار اور صلوٰۃ پڑھائی عشاء کی تہائی رات تک اور صلوٰۃ پڑھائی فجر کی پس خوب روشن کیا صبح کو پھر جبرئیل علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے محمد یہ وقت تو آپ سے پہلے انبیاء کا ہے اور تمہاری صلوٰۃ کا وقت ان وقتوں کے درمیان ہے۔"

عن أبي مسعود أن جبرئيل نزل فصلى ----- ثم قال بهذا امرت

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب مواقیات الصلوٰۃ)

ترجمہ: "ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے تو انہوں نے ایک وقت کی صلوٰۃ پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے بھی پڑھی دوسری صلوٰۃ کے وقت جبرئیل علیہ السلام نے اور رسول اللہ نے صلوٰۃ پڑھی پھر تیسری صلوٰۃ کے وقت بھی جبرئیل علیہ السلام نے صلوٰۃ پڑھی تو ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے بھی پڑھی اور جب چوتھی صلوٰۃ کے وقت جبرئیل علیہ السلام نے صلوٰۃ پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے بھی پڑھی اور پانچویں صلوٰۃ کے وقت جبرئیل علیہ السلام نے صلوٰۃ پڑھی تو ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے بھی صلوٰۃ پڑھی اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے کہا بس مجھے اس کا حکم

دیا گیا ہے۔

صلوٰۃ کس طرح ادا کی جائے: نبی علیہ السلام نے فرمایا:

صلوا کما راہتمونی اصلی (صحیح بخاری)

ترجمہ: "صلوٰۃ پڑھو اس طرح جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھو۔"

نبی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق مسلکی صلوٰۃ کو چھوڑ کر نبی علیہ السلام کی سنت کے مطابق صلوٰۃ ادا کی جائے اور صلوٰۃ میں بدعات سے اجتناب کیا جائے کیونکہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

عن عائشہ قالت قال رسول اللہ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه قہور (بخاری، مسلم)

ترجمہ: "مائثر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جس نے ہمارے دین میں نئی بات نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ مردود ہے۔"

عن جابر قال قال رسول اللہ اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الہدی

ہدی محمد و شر الامور محدثاتہا وکل بدعة ضلالة (صحیح مسلم)

ترجمہ: "جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اما بعد بہترین بات اللہ کی کتاب ہے۔ اور بہترین راستہ محمد ﷺ کا اور بدترین امور وہ ہیں جو نئے نکالے گئے ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔" (مسلم)

ایک طویل حدیث میں نبی علیہ السلام نے فرمایا:

فانہ من یعیش من بعدی فیسری اختلافا کثیر فعلیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء راشدین ----

فان کل محدثۃ بدعة و کل بدعة ضلالة (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد جو تم میں زندہ رہا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ پس لازم کر لو میری سنت کو اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو جو کہ ہدایت یافتہ ہیں اس کے ساتھ تمکک کرو اور دانتوں سے مضبوط پکڑ لو اور نئی نئی باتوں سے بچو پس ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

درج بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں ہر وہ نئی چیز جو نبی علیہ السلام کی سنت سے ثابت نہ ہو اور نہ ہی صحابہ کرام کے طرز عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہو ایسے تمام امور کا شمار بدعت میں ہوتا ہے جو کہ کفر و شرک کے بعد ایک بڑا عملی گناہ ہے۔ ویسے تو آج دین میں بے شمار بدعات داخل ہو چکی ہیں لیکن ذیل میں ہم ان بدعات کا ذکر کر رہے ہیں جو صلوٰۃ کی ادائیگی میں کی جاتی ہیں۔

صلوٰۃ کی نیت:۔۔۔ صلوٰۃ کے لئے نیت ضروری ہے مگر اسے زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ ایسا کرنا بدعت

ہے زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا کسی صحیح حدیث سے تو کیا ضعیف سے ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں ہیں۔ اس طرح نہ نبی علیہ السلام نے کیا نہ صحابہ نے نہ تابعین سے ایسا فعل ثابت ہے۔ بلکہ یہ پیشہ در مولویوں کی اختراع ہے۔ صلوٰۃ کی نیت کے لئے دل میں ارادہ کر لینا کافی ہے۔ کیونکہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔

صلوٰۃ (یعنی درود) :- درود میں سیدنا اور مولانا کے الفاظ حدیث سے ثابت نہیں صحیح درود جس کا ذکر حدیث میں

آتا ہے وہ یہ ہے:

عن كعب بن عجرة قال قيل يا رسول الله اما السلام عليك فقد عرفناه فكيف الصلوة قال
قولوا اللهم صل على محمد و على آل محمد كما صليت على ابراهيم

وعلى ال ابراهيم انك حميد مجيد (بخاری کتاب التفسیر)

ترجمہ: "کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ پر سلام تو ہمیں معلوم ہے لیکن آپ پر صلوٰۃ (درود) کیسے پڑھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سو کہ اے اللہ! رحمت فرما محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے رحمت کی ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر بیشک تو تعریف کیا گیا اور بزرگ و برتر ہے۔"

اسی طرح دوسری روایت میں آتا ہے کہ سو! اللهم بارک علی محمد ----- انک حمید مجید

سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا:- ہمارے یہاں صلوٰۃ میں سلام پھیرنے کے بعد

خاص طور پر فرض صلوٰۃ کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی و انفرادی دعا مانگنے کا رواج پایا جاتا ہے۔ جو کہ بدعت ہے کیونکہ اس سلسلے میں نبی علیہ السلام سے کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے اور نہ ہی صحابہ کے طرز عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ انہوں نے صلوٰۃ کے بعد انفرادی یا اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کی ہو بلکہ اس کے برعکس نبی علیہ السلام نے صلوٰۃ میں دعا کا مقام تشدد میں سلام پھیرنے سے قبل بتایا ہے اور سلام پھیرنے کے بعد ذکر کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اس سلسلے میں بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں: الدعاء قبل السلام

"یعنی دعا سلام سے پہلے ہے" کا باب باندھا ہے اور اس باب کے تحت یہ حدیث لائے ہیں:

عن عائشه زوج النبی ان رسول اللہ کان يدعو فی الصلوة اللهم انی اعوذ بک من عذاب القبر و اعوذ بک من فتنۃ المسیح الدجال و اعوذ بک من المائثم والمغرم (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: "عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ صلوٰۃ میں اس طرح دعا فرماتے تھے۔

"اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے، مسیح و جال کے فتنہ سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے، اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہوں اور قرض سے۔"

اسی طرح صلوٰۃ میں التحیات کی تلقین کرتے ہوئے نبی علیہ السلام نے فرمایا:

عن عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال کنا اذا صلینا خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علی اللہ السلام علی جبرئیل و میکائیل السلام علی فلان و فلان فالتفت الینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ هو السلام فاذا صلی احدکم فیکل التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین فانکم اذا قلتموها اصابت کل عبداللہ صالح فی السماء و الارض

اشھد ان لا اله الا الله واشھد ان محمدا عبده ورسوله ثم يتخير من الدعاء اعجبه اليه
فیدعوا۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ)

ترجمہ: "عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم نبی ﷺ کے پیچھے صلوۃ پڑھتے تھے تو کہتے تھے کہ اللہ پر سلامتی، جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام پر سلامتی اور فلاں فلاں پر سلامتی ہو، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تو خود سلام ہے۔ جب تم میں سے کوئی صلوۃ پڑھے تو یوں کہے۔ تمام زبانیں عبادتیں۔ ساری بدنی اور مالی عبادتیں صرف اللہ کے لئے ہیں۔ اللہ کی سلامتی ہو آپ پر اے اللہ کے نبی اور اس کی رحمت اور برکتیں۔ اللہ کی سلامتی ہو ہم پر اور تمام صالحین پر۔ پس جب تم یہ کہو گے تو یہ کلمہ (یعنی اس کا اجر) ہر صلیح بندے کو پہنچ جائے گا چاہے وہ آسمان میں ہو یا زمین میں پھر: اشھد ان لا اله الا الله واشھد ان محمدا عبده ورسوله کہے اس کے بعد جو دعا بھی ابھی معلوم ہو جائے گی۔"

اس کے بعد بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں والذکر بعد السلام

"یعنی ذکر سلام کے بعد ہے۔" کا باب باندھا ہے اور اس کے تحت یہ حدیث لائے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد النبي وقال ابن عباس كنت اعلم اذا انصرفوا بذلك اذا سمعته (بخاری کتاب الصلوۃ)
ترجمہ: "ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کے زمانے میں فرض صلوۃ کے بعد جب لوگ لوٹتے تھے تو بلند آواز سے ذکر کرتے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں سننا کہ لوگ ذکر کرتے ہوئے لوٹے ہیں تو میں سمجھ جاتا کہ (اب صلوۃ ختم ہو گئی ہے)۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے۔

قال كنت اعرف انقضاء صلوۃ النبي بالتكبير (بخاری، کتاب الصلوۃ)

ترجمہ: "ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے تکبیر (یعنی اللہ اکبر) سے معلوم ہو جاتا کہ نبی علیہ السلام کی صلوۃ ختم ہو گئی ہے۔"

وعن ثوبان رضی اللہ عنہ قال كان رسول الله اذا نصرف من صلوته استغفر ثلثا وقال

الهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام (مسلم کتاب الصلوۃ)

ترجمہ: "ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی صلوۃ سے فارغ ہوتے تو استغفار کرتے تین مرتبہ اور کہتے یا اہمی تو سلام ہے اور تجھ سے سلامتی ہے یا بابرکت ہے تو اے جلال و اکرام والے۔" (مسلم کتاب الصلوۃ)
درج بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام سلام پھیرنے کے بعد اللہ اکبر کہتے پھر تین مرتبہ استغفار کرتے پھر الهم انت السلام۔۔۔۔۔ الخ پڑھتے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں ہے۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا اسلم يقعد الامقدار ما يقول اللهم انت السلام ومنك

السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام (صحیح مسلم، باب ذکر الصلوۃ)

ترجمہ: "نبی علیہ السلام جب سلام پھیرتے تو اتنی دربر بیٹھے کہ یہ الفاظ کہتے

اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام

ان پر ضرور مولویوں نے اس ذکر میں: والیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دارالسلام کے الفاظ کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے جو کہ بدعت ہے حدیث میں یہ الفاظ نہیں آتے۔ ملا علی قاری نے اپنی کتاب "موضوعات کبیر" میں لکھا ہے کہ یہ اضافہ قصر گو (مولویوں) نے کیا ہے۔

مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام فرض صلوۃ کے بعد یہ ذکر کیا کرتے تھے۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدیر اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطى لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ)

اسی طرح ایک روایت میں ذکر بعد از سلام کی ترغیب دیتے ہوئے نبی علیہ السلام نے فرمایا:

عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال جاء الفقراء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ذهب اهل الدثور من الاموال بالدرجات العلی والنعم المقیم یصلون کما نصلی و یصومون کما نصوم ولهم فصل اموال یحجون بها ویعتمرون ویجاهدون ویصدقون فقال الا احد ثکم بما ان اخذتم ادراکم من سبقکم ولم یدرکم احد بعدکم وکنتم خیر من انتم بین ظہر انہم الا من عمل مثله تسبحون وتحمدون وتکبرون خلف کل صلاة ثلاثا وثلاثین (صحیح بخاری)

ترجمہ: "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ کچھ غریب لوگ نبی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا زیادہ مالدار لوگ بڑے بڑے درجے اور دائمی بخشش لے گئے حالانکہ وہ بھی ایسی ہی صلوۃ پڑھتے ہیں جیسی کہ ہم اور ویسے ہی روزے رکھتے ہیں جیسے کہ ہم رکھتے ہیں لیکن ان کے پاس مال کی زیادتی ہے وچ کر کے ہم عمرہ کرتے ہیں جہاد کرتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں تم کو وہ بات بیان نہ کروں کہ جس پر عمل کر کے جو لوگ تم سے آگے چلے گئے ہیں تم ان کو پا لو اور تمہارے بعد تم کو کوئی نہ پائے اور تم جن لوگوں میں ہو ان سے بہتر ہو جاؤ سوائے اس کے جو یہ عمل کرے یعنی ہر صلوۃ کے بعد ۳۳، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر پڑھا کر۔"

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ: نبی علیہ السلام نے صرف استثناء کی صلوۃ میں (جو کہ بارش نہ ہونے کی صورت میں عید گاہ میں پڑھی جاتی ہے) ہاتھ اٹھا کر دعا کی ہے اور بخاری، مسلم اور ابوداؤد کی روایت کے مطابق آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اس قدر بلند کئے کہ آپ ﷺ کے بطنوں کی سہیدی نظر آنے لگی اس کے علاوہ کسی صلوۃ میں نبی علیہ السلام سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں ہے۔

ممنوعات صلوۃ

وہ مقامات جہاں صلوۃ نہیں ہوتی:- ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

الارض كلها مسجد الا المقبرة والحمام. (ابوداؤد، ترمذی)

ترجمہ: "ساری زمین مسجد ہے سوائے مقبرہ اور حمام کے یعنی قبرستان اور حمام میں صلوٰۃ نہیں ہو سکتی۔"

عن ابن عمر عن النبی قال اجعلوا فی بیوتکم من صلوٰتکم ولا تتخذوها قبورا (بخاری)

ترجمہ: "ابن عمر رضی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے گھروں میں بھی صلوٰۃ (نفل) پڑھ کر نہ کرو اور انہیں قبریں نہ بناؤ۔"

عن جندب رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم يقول الاوان من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور انبيائهم وصالحهم مساجدا الا فلا تتخذوا القبور مساجدا اني انهاكم عن ذلك (صحیح مسلم)

ترجمہ: "جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگو! کان کھول کر سن لو کہ تم سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں انہوں نے اپنے انبیاء اور صالحوں کی قبروں کو مسجدوں کی طرح بنا دیا تھا۔ سو انہوں نے تم کو قبروں کو مسجد نہ بنانا میں اس کام سے تم کو منع کرتا ہوں۔"

درج بالا احادیث اس اصول کو واضح کرتی ہیں کہ جہاں قبریں ہیں وہاں صلوٰۃ ادا نہ کی جائے۔ ترمذی کی ایک روایت سے بھی یہ حکم ملتا ہے کہ قبروں کی طرف رخ کر کے صلوٰۃ نہ پڑھو۔

وہ اوقات جن میں صلوٰۃ پڑھنا منع ہے:-

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجری احدکم فیصلی عند طلوع الشمس ولا عند غروبها (صحیح بخاری، مسلم)

ترجمہ: "ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا انہیں پڑھے تم میں سے کوئی صلوٰۃ طلوع آفتاب کے وقت اور غروب آفتاب کے وقت۔"

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ بعد الصبح حتی ترفع الشمس ولا صلوٰۃ بعد العصر حتی تغیب الشمس (صحیح بخاری)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی صلوٰۃ نہیں ہے فجر کے بعد جب تک سورج بلند اور سفید نہ ہو جائے اور کوئی صلوٰۃ نہیں ہے عصر کے بعد جب تک سورج غروب نہ ہو جائے۔" وحین یقوم قائم الظہرۃ (صحیح مسلم)

ترجمہ: "اور جس وقت نصف النہار قائم ہو (یعنی سورج بالکل نصف پر ہو)۔"

خشوع و خضوع و تعدیل ارکان

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلوٰتہم خاشعون

(سورۃ المؤمنون ۳۱)

ترجمہ: "تحقیق فلاح پال ایمان لانے والوں نے جو اپنی صلوٰۃ میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔"

نوٹ: خشوع کے لغوی معنی میں عاجزی، انکساری، ادب سے جھک جانا وغیرہ۔

جبریل علیہ السلام نے نبی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ: اخبرنی عن الاحسان مجھے احسان کے بارے میں بتائیے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا۔

ان تعبد الله كانك تراہ فان لم تكن تراہ فانه يراك (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ترجمہ: "تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال رکھ کہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔" (بخاری، مسلم)

انہی قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس صلوات افترضهن الله عز وجل من احسن وضوء هن وصلهن لو قتهن واتم ركنهن وخشوعهن كان له على الله عهدا ان يغفر له و لهن من لم يفعل فليس له على الله عهدا ان شاء غفر له وان شاء عذبه (ابوداؤد)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ صلوٰۃ فرض کی ہیں جس نے ان کے لئے اچھا وضو کیا اور ان کے وقت پر ان کو ادا کیا اور رکوع اور خشوع کو پورا کیا اللہ تعالیٰ کا اس کے لئے وعدہ ہے کہ وہ اسے بخش دے گا۔ اور جو ایسا نہیں کریگا اللہ تعالیٰ کا اس کے لئے کوئی وعدہ نہیں خواہ بخشے خواہ عذاب دے۔" (ابوداؤد)

عن ابن عباس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نسجد على سبعتين اعظم ولا نكف ثوبا ولا شعرا (بخاری)

ترجمہ: "ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور (صلوٰۃ کی حالت میں) نہ کپڑا سمیٹیں اور نہ بال سمیٹیں۔" (بخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت میں ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور جلدی جلدی صلوٰۃ پڑھی پھر آیا اور آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ارجع فصل فانك لم تصل (واپس جا کر پھر صلوٰۃ پڑھو تم نے صلوٰۃ نہیں پڑھی)۔

اس نے دوبارہ صلوٰۃ پڑھی، آپ ﷺ نے پھر وہی فرمایا، اس نے تیسری مرتبہ صلوٰۃ پڑھی، آپ ﷺ نے پھر وہی فرمایا، اب اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے سکھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اذا قمت الى الصلوة فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة فكبر ثم اقرا بما تيسر معك من القرآن ثم اركع حتى تطمئن راكعاً ثم ارفع حتى تستوي قائماً ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً ثم ارفع حتى تطمئن ساجداً ثم ارفع حتى تطمئن جالساً.

ترجمہ: "جس وقت تو صلوٰۃ کے لئے کھڑا ہو تو پورا وضو کر پھر قبلہ رخ کھڑا ہو پس تکبیر کہہ پھر قرآن میں سے جو تجھے آسان ہو پڑھ پھر رکوع کر اطمینان سے پھر اپنا سر اٹھا اور اطمینان سے کھڑا ہو سیدھا پھر سجدہ کر یہاں تک کہ تو مطمئن ہو جا پھر اٹھ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جا پھر سجدہ کر یہاں تک کہ اطمینان ہو جائے۔ اور پھر دوبارہ اٹھ اور اطمینان سے بیٹھ جا۔" اس سے ثابت ہوا کہ جس صلوٰۃ میں خشوع و خضوع اور تعادل ارکان نہ ہو وہ نامقبول ہے۔

نقش و نگار والے مصلے پر صلوٰۃ پڑھنے سے گریز کرنا:-

عن عائشہ صلی رسول اللہ علیہ وسلم فی خمیصۃ لہا اعلام فنظر الی اعلامہا نظراً فلما انصرف قال اذهبوا بخریصتی ہذہ... کنت انظر الی علمہا وانا فی الصلوۃ فاحاف ان تفتننی (بخاری)

ترجمہ: "عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک ایسی چادر پر صلوٰۃ پڑھی جس پر نقش و نگار تھے آپ نے اس کے نقش و نگار کو دیکھا جب آپ صلوٰۃ سے فارغ ہوئے تو فرمایا میری یہ چادر ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور مجھے اس کی سادہ چادر لاؤ کیونکہ اس چادر نے مجھے صلوٰۃ سے ناقل کر دیا تھا عثمان بن عروۃ اپنے والد سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں صلوٰۃ میں بیل بوئے دیکھ رہا تھا مجھے ڈر ہوا کہ کہیں وہ مجھے قتل میں نہ ڈال دے۔"

نبی علیہ السلام نے ایک پردہ کے متعلق عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

امیطی عنا قرامک هذا فانہ لا تزال تصاورہ تعرض فی صلوتی، (صحیح بخاری)

ترجمہ: "اس پردہ کو مجھ سے دور کرو کیونکہ اس کی تصویریں صلوٰۃ میں میرے سامنے آتی رہیں گی۔" (بخاری)

صلوٰۃ میں نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا:-

صلوٰۃ میں نیچی نظر رکھنا اور اوہر اوہر نہ دیکھنا کسی قدر ضروری ہے اس کا اندازہ اس حدیث رسول اللہ ﷺ سے ہوتا ہے۔

ما بال اقوام یرفعون ابصارہم الی السماء فی صلاتہم فاشتد قوله فی ذلک ثم قال لینتہن عن ذلک اولتخصطن ابصارہم (بخاری)

ترجمہ: "لوگوں کا کیا حال ہے کہ صلوٰۃ میں نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں پھر اس سلسلہ میں آپ نے سخت تنبیہ کی اور فرمایا لوگ ایسا کرنے سے باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں ایک لی جائیں گی۔"

عن عائشہ قالت سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الالتفات فی الصلوۃ فقال ہوا ختلاسل یختلسہ الشیطان من صلوۃ العبد (بخاری)

ترجمہ: "عائشہ رضی اللہ عنہا نے صلوٰۃ میں اوہر اوہر دیکھنے کے متعلق نبی علیہ السلام سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ایک طرح کی چوری ہے جو شیطان بندے کی صلوٰۃ میں سے چرا لیتا ہے (یعنی صلوٰۃ کو ناقص بنا دیتا ہے)۔"

"انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے انس تو جس جگہ سجدہ کرتا ہے اپنی نگاہ اس جگہ پر رکھ۔ (مشکوٰۃ)

صلوٰۃ میں جہاں لینا:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا تلاء ب احدکم فی الصلوۃ فلیکظم ما استطاع

ترجمہ: "جب تم میں سے کسی کو صلوٰۃ میں جہاں آئے تو جہاں تک ہو سکے اس کو روکے۔"

صلوٰۃ میں سکون و اعتدال :- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اسکنوا فی الصلوٰۃ "صلوٰۃ میں ساکن رہو۔"

نبی علیہ السلام نے صلوٰۃ میں پہلو پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخصر فی الصلوٰۃ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے صلوٰۃ کے دوران پہلو پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا۔ لا صلوٰۃ بحضرة الطعام ولا هو يدافعه الا خبثان

ترجمہ: "کھانا حاضر ہو تو صلوٰۃ نہیں ہوتی اور پیشاب پاخانہ روک کر بھی صلوٰۃ نہیں ہوتی۔"

ابوداؤد میں عبد الرحمن بن شبل سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے منع فرمایا کوعے کی طرح (سجدے میں) ٹھونگیں مارنے سے۔"

صلوٰۃ میں امام کو متنبہ کرنا :-

ترجمہ: "سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو صلوٰۃ میں کچھ مسئلہ درپیش آئے تو

اے چاہیے کہ سبحان اللہ کہے (تالی نہ بجائے) تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے۔" (بخاری، مسلم)

اس حدیث سے ان مرد حضرات کو سمجھ لینا چاہیے جو جلسے، جلوسوں میں اپنے لیڈر کے لئے تالیاں بجاتے ہیں نبی کا فرمان ہے تالی بجانا عورتوں کا کام ہے۔

سجدے کی جگہ کنکر اور مٹی برابر کرنا :-

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذا قام احدکم فی الصلوٰۃ فلا یمسح الحصى فان الرحمة تواجدہ

(ابوداؤد، نسائی)

ترجمہ: "جب تم میں سے کوئی صلوٰۃ پڑھے تو کنکریوں کو (بخالت صلوٰۃ) نہ ہٹائے کیونکہ اس کے سامنے رحمت متوجہ ہوتی ہے۔"

"ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ دیکھا نبی ﷺ نے ہمارا ایک غلام جس کا نام اطلح ہے جس وقت سجدہ کرتا

ہے پھونک مارتا ہے پس نبی علیہ السلام نے فرمایا اے اطلح اپنے بھرے کو خاک آلودہ کر۔" (ترمذی)

صلوٰۃ میں امام سے سبقت کرنے کی ممانعت :-

عن انس قال صلی منا رسول اللہ ذات یوم فلما قضی الصلوٰۃ اقبل علینا بوجہ فقال

یا ایہا الناس انی امامکم فلا تسبقونی بالرکوع ولا بالسجود ولا بالقیام ولا بالانصراف

(صحیح مسلم)

ترجمہ: "انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک روز صلوٰۃ پڑھائی جب صلوٰۃ پوری ہوئی تو اپنا

چہرہ ہمارے سامنے کیا اور فرمایا اے لوگو میں تمہارا امام ہوں لہذا تم مجھ سے پہلے رکوع، سجدہ اور قیام نہ کرنا اور نہ مجھ سے پہلے صلوٰۃ سے فارغ ہونا۔

"ابو حریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا وہ شخص جو امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اللہ سے نہیں ڈرتا کہ وہ اس کے سر کو گدھے کا سر بنادے۔" (بخاری، مسلم)

اہتمام جماعت

صلوٰۃ مکتوبہ (فرض صلوٰۃ) باجماعت ادا کرنی چاہیے یعنی فرض صلوٰۃ کے لئے جماعت کا اہتمام لازمی ہے قرآن میں "اقیموا الصلوٰۃ" کی تکرار اسی پر زور اور تاکید کے لئے ہے۔ واضح رہے کہ تمام عبادات مومنوں کی حریت کے لئے ایک جامع نظام ہیں اور صلوٰۃ اس کا اہم ترین جزو ہے۔ اس سے صلوٰۃ باجماعت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں ذیل کی حدیث قابل غور ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لقد هممت ان امر بحطب لیحطب ثم امر با الصلوٰۃ فبیوذن لہا ثم امر رجلا فیوم الناس ثم اخالف الی رجال فاحرق علیہم بیوتہم (بخاری، مسلم)

ترجمہ: "اور قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کیا تھا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں۔ پھر صلوٰۃ کا حکم دوں پھر اس کے لئے اذان دی جائے پھر کسی شخص کو صلوٰۃ پڑھانے (امامت) کا حکم دوں پھر ان مردوں کی طرف جاؤں جو صلوٰۃ میں (جماعت کے لئے) نہیں آتے اور ان کے گھروں کو ان سمیت جلا دوں۔"

صف بندی:

صفوں کا درست ہونا صلوٰۃ باجماعت کا اہم رکن ہے۔ جیسا کہ سندرجہ ذیل احادیث سے ثابت ہے۔

نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

عن ابی قتادۃ قال رسول اللہ اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقو مواحتی شرونی قد خرجت (بخاری، مسلم)

ترجمہ: "ابو قتادہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب اقامت ہو جائے تو اس وقت تک (صف بندی) کے لئے کھڑے نہ ہو جب تک مجھے آتے ہوئے نہ دیکھو۔" (بخاری، مسلم)

یعنی جب اقامت ہو جائے تو صف بندی اس وقت تک نہ کرے جب تک امام صلوٰۃ پڑھانے کے لئے آتا ہوا دکھائی نہ دے۔ اور امام کو چاہیے کہ صفوں کو خود سیدھا کرے اور تمام بچوں کو چاہیے کہ متداخل کر کھڑے ہوں کہ جیسے سیس پلائی ہوئی رار۔

صفوں کو برابر رکھنے کے متعلق فرمایا:

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سو واصفوفکم فان تسویۃ

الصفوف من اقامۃ الصلوٰۃ (صحیح بخاری)

ترجمہ: "انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنی صفوں کو برابر کرو۔ پس تحقیق صفوں کو برابر رکھنا صلوٰۃ کی اہمیت ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور طریقہ انقلاب

انجمن رفیق — گوجرانوالہ

اللہ تعالیٰ نے جب سے اس کائنات کو وجود بخشا اور آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا اس وقت سے حق و باطل کے درمیان کشمکش کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ شیطان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ کسی طرح سے بھی انسانوں کی کثیر تعداد کو جہنم کا بندھن بنا دے چونکہ وہ خود راہ حق سے ہٹ کر اللہ کے سامنے سرکش بن گیا ہے چنانچہ اس کی یہ خواہش اور بھرپور کوشش ہے کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی بندگی ہونے کے بجائے اس کی اور اس کے پیلوں کی حکومت ہو۔ ہر طرف اللہ کی نافرمانی ہو کہیں امن و سکون میسر نہ ہو اور یہ دنیا کفر و شرک، فسق و فجور، ظلم و زیادتی اور تمام اخلاقی و معاشرتی برائیوں کی آماجگاہ بن جائے غرض یہ سب چیزیں ایلیس اور اس کے کارندوں کے لئے انتہائی پسندیدہ ہیں لیکن جہاں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو گمراہی سے بچانے کیلئے مختلف ادوار میں انسانوں میں سے ہی اپنا پیغمبر بنا کر انسانوں کو مبعوث فرمایا ہے وہیں اس کار شر میں حصہ لینے والوں اور خود شیطان کے آخری اور ابدی انجام کے بارے میں متنبہ کر دیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے۔

لَا تَلْمِزْهُمْ مِنْكُمْ وَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ○ میں تجھ (شیطان) سے اور جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔ (سورہ ص آیت ۸۵) اپنے کمال رحمت اور محبت سے اس نے انبیاء و رسل کا سلسلہ چلا دیا، رشد و ہدایت کیلئے اپنی آسمانی کتابیں اور صحیفے اتارے تاکہ قیامت کے دن جہنم میں داخل ہونے والوں کیلئے اپنی گمراہی کیلئے کوئی عذر باقی نہ رہے لیکن جب اس قدر مکمل انتظام کے باوجود لوگوں کی اکثریت ہوائے نفس کی پیروی میں لگ کر ہدایت سے منہ موڑے تب پھر اللہ کا حق قائم ہو جاتا ہے کہ وہ ایسے افراد کو دنیا میں بھی اپنے عذاب کا مزہ چکھا دے اور آخرت میں شدید عذاب سے دوچار کرے۔

انبیاء کی دعوت اور قوم کا جواب

يَقُومُوا عِبَادًا وَاللَّهُ مَالِكٌ مِنَ الْعَمِيرَةِ (اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو اسکے علاوہ تمہارا کوئی الہ نہیں)۔ (سورہ اعراف آیت ۳۷)

بھولی بھنگی انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تمام رسولوں نے اپنی قوم کو یہی دعوت دی کہ تمہارا مالک، خالق، رازق، مشکل کشا، بگڑیوں کو پٹانے والا، بندہ پرور، غریب نواز، دانا، دیکھیر شریعت ساز ایک ہے اور وہ اللہ کے سوا کوئی اور نہیں۔ سب کے سب اس کے محتاج اور مملوک ہیں اور وہ سب کا مالک اور رب ہے سب کو وہی رزق دیتا ہے اسے کوئی رزق نہیں دیتا سب اس کی پناہ و نگہداشت میں ہیں اس کو کوئی پناہ نہیں دیتا وہ سب کو دیکھ رہا ہے تمہارا ایک ایک عمل اس کی نگاہ میں ہے اسے کوئی نظر نہیں پاسکتی وہ اکیلا الٰہی الیوم ہے باقی سب کو فنا کے گھاٹ اترنا ہے۔

مذکورہ دعوت انبیاء علیہم السلام کے حوالے سے قرآن میں فردا فردا دیکھی جاسکتی ہے مثلاً

نوح علیہ السلام کی دعوت اور قوم کا جواب

نوحؑ نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ "اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا کوئی اور تمہارا معبود نہیں ہے مجھے تمہارے بارے میں ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔" ان کی قوم کے جو بڑے اور سردار تھے وہ کہنے لگے کہ "اے نوح ہم تو تمہیں ہی صریح گمراہی میں

دیکھتے ہیں! کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی بندگی کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں انہیں چھوڑ دیں؟ اگر تم سچے ہو تو جس چیز (مذہب) سے ہمیں ڈراتے ہو اسے لے آؤ۔" (سورۃ الاعراف آیات ۵۹ تا ۷۰)

اور سورہ نوح میں وہ اپنی قوم کو اس طرح سمجھاتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ "بھائیو! میں تمہیں کھلے طور پر نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو اور میرا کماناؤ۔" جب لوگوں نے انکار کیا تو نوحؑ نے اللہ سے عرض کیا کہ "پروردگار میں اپنی قوم کو رات دن بلاتا رہا لیکن وہ گریز ہی کرتے رہے" انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لی ہیں اور کپڑے اوڑھ لئے ہیں اور اکڑ کر بیٹھ گئے ہیں پھر میر نے انہیں کھلے طور پر دعوت دی "کھلے عام اور رازداری کے ساتھ دعوت دی" (سورہ نوح آیت نمبر ۲ تا ۹) آخر کار انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ "اگر میرا تم میں رہنا اور اللہ کی آیات کے ذریعہ نصیحت کرنا تمہیں ناگوار ہو تو میں اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ تم اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر (جو میرے بارے میں کرنا چاہو) مقرر کر لو اور میرے حق میں کر گزرو اور مجھے ذرا مصلحت نہ دو۔" (سورہ یونس آیت نمبر ۷) مزید تفصیل کیلئے دیکھئے سورہ ہود آیت نمبر ۲۵ تا ۳۸۔ سورۃ الشعرا آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۲۲۔ سورۃ المؤمنون آیت نمبر ۲۳ تا ۲۹ وغیرہ

ہود علیہ السلام کی دعوت اور قوم کا جواب

قوم عاد کی طرف ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا انہوں نے فرمایا "اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی اور الہ نہیں ہے۔ تم شرک کر کے اللہ پر محض بہتان باندھتے ہو۔" وہ بولے "ہود! تم ہمارے پاس (اکیلے اللہ کی بندگی کرنے کیلئے) کوئی واضح دلیل نہیں لائے اور ہم تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور نہ تم پر ایمان لائیں گے بلکہ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں آسیب زدہ کر دیا ہے" ہود علیہ السلام نے فرمایا "گو ادرھو جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو میں ان سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں تم اور جن جن کی تم پوجا کرتے ہو سب مل کر میرے بارے میں جو تدبیر کرنا چاہیں کر لیں اور مجھے مصلحت نہ دیں۔" (سورہ ہود آیات ۵۰ تا ۵۸)

مزید تفصیل کیلئے سورہ الاعراف آیات ۶۵ تا ۷۲۔ سورۃ الشعرا آیات ۱۲۳ تا ۱۳۰ وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔ یہی دعوت تمام انبیاء علیہم السلام کی اپنی قوم کے آگے رہی ہے اختصار کے پیش نظر صرف حوالا جات تحریر کئے جا رہے ہیں۔

صلح علیہ السلام:- سورۃ الاعراف آیات ۷۳ تا ۷۹۔ سورۃ الشعرا آیات ۱۳۱ تا ۱۵۹۔ سورہ ہود آیات ۶۱ تا ۶۵

ابراہیم علیہ السلام:- سورۃ الشعرا آیات ۶۹ تا ۸۲۔ سورۃ الانعام آیت ۷۳۔ سورۃ العنکبوت آیات ۱۶ تا ۲۵۔ سورۃ الانبیاء آیات ۵۱ تا ۶۷۔ سورۃ الممتحنہ آیت ۳۔

لوط علیہ السلام:- سورۃ الشعرا آیات ۱۲۰ تا ۱۷۷۔

شعیب علیہ السلام:- سورۃ الاعراف آیات ۸۵ تا ۹۰۔ سورۃ الشعرا آیات ۱۷۸ تا ۱۹۱۔ سورۃ العنکبوت آیات ۳۶ تا ۴۷۔ سورہ ہود آیات ۸۳ تا ۹۵۔

یوسف علیہ السلام:- سورہ یوسف آیات ۷ تا ۳۰۔

موسیٰ علیہ السلام:- سورۃ المؤمنون آیات ۳۵ تا ۳۹۔ سورہ ابراہیم آیات ۵ تا ۸۔ سورۃ الاعراف آیات ۱۳۸ تا ۱۴۰۔

عیسیٰ علیہ السلام:- سورۃ المائدہ آیات ۷۲ اور ۷۳۔ سورہ آل عمران آیت ۵۱۔

الغرض تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں کو الہ واحد کی طرف دعوت دی لیکن قوم کی اکثریت نے اپنے پیروں اور مولویوں اور

اپنے سرداروں اور بڑوں کے پیچھے چلتے ہوئے دعوت حق کا انکار کیا اور ایک ہی جواب دیا کہ ہم وہی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے تب پھر ابراہیم علیہ السلام کی زبان میں جواب دیا جاتا ہے کہ تم گمراہ ہو اور تمہارے باپ دادا بھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت

اللہ تعالیٰ نے سابق انبیاء کی طرح آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دعوت توحید کا حکم دیا۔ ان پر قرآن نازل فرمایا جس میں گزرے ہوئے واقعات کو تفصیل سے بیان کرنے کی وجہ یہ بات واضح کرنا تھی کہ جس مقصد کیلئے گزشتہ زمانوں میں انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا گیا تھا وہی مقصد اور وہی ذمہ داری آپ کی ہے کہ قوم کو الہ واحد کی بندگی کی طرف بلانا اور طاغوت سے اجتناب کا حکم دینا۔ آپ کا کام احکام کو کھول کھول کر بیان کرنا ہے۔ جس کے نتیجے میں آپ کو سراہا نہیں جائے گا بلکہ وہی کچھ پیش آئے گا جو پچھلے انبیاء کے ساتھ پیش آچکا ہے۔ سارے کائنات کے شاعر، کذاب، ہنسناخ اور گمراہ جیسے نازیبا القابات سے نوازا جائے گا لیکن آپ صبر و تحمل کے ساتھ حق پر قائم رہیں اور برابر دعوت حق جاری رکھیں اس کے ساتھ ساتھ آپ پر لگائے جانے والے الزامات کے جوابات بھی دیئے جاتے ہیں کہ ”یہ کسی شاعر کا کلام نہیں“ (سورۃ الاحقاف آیت ۴۱) ”نہ کسی کائنات کا کلام ہے“ (سورۃ الاحقاف آیت ۴۲) ”(اے محمد) تم اپنے رب کے فضل سے نہ تو کائنات ہو اور نہ مجنون (سورۃ النور آیت ۲۹)“ پس جو حکم تم کو ملا ہے لوگوں کو برواں سادو اور مشرکین کی پروا نہ کرو“ (سورۃ الحجرات آیت ۹۳-۹۵)

حالانکہ دعوت توحید سے قبل قریش مکہ نبی علیہ السلام کو عرب کا بہترین فرد قرار دیتے تھے انہیں ”صادق“ اور ”امین“ جیسے القابات سے جانتے تھے لیکن الہ واحد کی دعوت دیتے ہی سب بیگانے بن گئے جو کل تک راہ میں آنکھیں پھٹاتے تھے ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا جو ہاتھ سلام اور سر جبا کیلئے اٹھتے تھے وہ گریبان تک پہنچنے لگے الغرض مختلف طریقوں سے ایذاؤں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور نبی صلعم کے ساتھ آپ کے ساتھی ایمان والوں کو بھی ہر ممکن طریقے سے ستایا جانے لگا۔ بلال ابن رباح، خباب بن ارت، عمار بن یاسر اور صہیب رومی رضی اللہ عنہم وغیرہ کو بہت زیادہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور معاشرے کے بااثر افراد مثلاً ابو بکر، عثمان بن عفان، مصعب بن عمیر، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم بھی قریش مکہ کی فحشوں سے نہ بچ سکے کتب احادیث میں تمام تفصیل دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس ساری جاں نسیں کشش میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو برابر تسلی دیتا اور ان کی مدد فرماتا رہا یہاں تک کہ جب مکہ کی بستی میں لوگوں کی اکثریت انکار حق پر جم گئی اور مختصر سی اسلامی جمیعت پر مصائب اٹھنا کو پہنچنے لگے۔ تب اللہ رب العزت کے حکم سے مدینہ کی جانب ہجرت کی گئی۔ لیکن وہاں مسلمانوں کی آزمائش کیلئے ایک دوسرا محاذ منافقین کی شکل میں کھل گیا اب یہاں ایک طرف یہودی تھے جو متواتر اسلام کے خلاف مصروف عمل رہے اور دوسری طرف قریش مکہ جو کسی صورت اسلام کو پھلتا پھولتا اور اپنے آبائی دین کو ختم نہ دیکھ سکتے تھے اور تیسری طرف یہ منافقین جو اسلام کے اندر رہ کر اسکی جڑوں کو کاٹنا چاہتے تھے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے ہر محاذ اور ہر مرحلے پر اپنے نبی اور ایمان والوں کی نصرت کا وعدہ بھرپور انداز میں پورا کیا اور بالا خرچ مکہ کی صورت میں پورے عرب پر اسلام کو غالب کر دیا۔ قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً (سورہ نبی اسرائیل آیت ۸۱) ترجمہ (آپ فرمادیں کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل ہے ہی مٹنے والا) اور پھر تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام روئے زمین پر غالب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ استخلاف پورا کر دیا۔

ہمارے اسلاف کون ہیں؟

ہر مذہبی حلقے اور گروہ سے اپنے دفاع میں ایک ہی آواز اٹھتی ہے کہ ہم کتاب اور سنت کے داعی اور پیروکار ہیں۔ لیکن جب عقائد و نظریات کی بات آتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ ان کے یہاں قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے علاوہ ایک تیسرا معیار حق بھی موجود ہے یعنی ان کے اکابرین۔ گویا اللہ اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اکابرین کی بھی اطاعت ضروری ہے چاہے ان کی اطاعت سے پہلی دو اطاعتوں کی کتنی ہی نفی ہوتی ہو۔ آپ ان کے سامنے مختلف مسائل کیلئے قرآن و حدیث کے دلائل پیش کر کے دیکھ لیں۔ مثلاً نبی علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے اب قیامت سے پہلے وہ دنیا میں نہیں آسکتے۔ انسانوں کے اعمال آپ کے پاس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش

ہوتے ہیں۔ یا پھر مردہ انسانوں میں جان کی رشتہ تک باقی نہیں نہ وہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ دور و نزدیک سے سنا جانا اور دعاؤں کو قبول فرمانا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں یہ فوراً انکار کر دیں گے یا پھر تاویل کریں گے اور قرآن وحدیث کے مقابلے میں اپنے انکار پرین کی کتابیں اٹھا لائیں گے اور ان کے اقوال اور فتاوے پیش کر دیں گے۔ اور اس طرح زبانی دعویٰ کے باوجود اللہ اور رسول کی اطاعت سے انحراف کی روش اپنائے رکھیں گے۔

دوسری طرف وہ سچے مسلمان ہیں جن کی اپنی زندگیاں ایمان خالص اور عمل صالح کا بہترین نمونہ ہیں جنہوں نے اپنے اپنے دور میں لوگوں کے سامنے دعوت توحید پیش کی اور ہر طریقے سے طاغوت کا کھڑکیا۔ صبر واستقامت کے ساتھ اس راہ میں جے رہے جس طرح کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے ماننے والوں نے استقامت دکھائی تھی چنانچہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین اور ان کی راہ پر چلنے والے علماء سچے اسلاف ہیں غرض وہ تمام اشخاص ہمارے اسلاف میں شامل ہیں جو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی اطاعت کے داعی رہے اور انکا عمل ان کے قول کی تصدیق کرتا رہا۔ جنہوں نے توحید کے جھنڈے کو سربلند اور باطل کے جھنڈے کو سرنگوں کرنے کیلئے پوری جدوجہد کی اور ہر دور میں طواغیت اور ان کے پرستاروں کو بھاگ دھک دھک لگا کر خواب غفلت میں پڑی ہوئی انسانیت کو جگانے کی کوشش کی اور اس راہ میں آنے والی تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ شیروں کی طرح اپنے زخموں کو چاٹتے ہوئے منزل کی طرف رواں دواں نظر آئے۔ اور معاشرے کی بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی ان کے جذبہ ایمان میں کمی نہ کر سکی کوئی مشکل سے مشکل مرحلہ بھی ان کے پایہ استقامت میں لغزش واقع نہ کر سکا جو لومۃ لائم سے بے پرواہ اللہ کی توفیق سے برابر آگے بڑھتے رہے اور ایک ہی دھن میں گمن نظر آئے کہ اللہ ان سے راضی ہو جائے جس کی قرآن گواہی دیتا ہے کہ **رضی اللہ عنہم ورضوانہ** (سورۃ البقرہ آیت ۸) ترجمہ (اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے)

عصر حاضر کے مسالک اور ان کے عقائد

سب ہی جانتے ہیں کہ آج کل کون کون سے فرقوں اور مسالک میں لوگ بٹے ہوئے ہیں اور ان پر اسلام کا نمائشی لیبل لگا کر مصروف عمل ہیں۔ جو اللہ کے رکھے ہوئے نام ”مسلم“ کے بجائے دہائی ”سنی“ شیعہ ”بریلوی“ دیوبندی اور اہلحدیث وغیرہ کہلانے پر غر محسوس کرتے ہیں ایسے ہی گمراہ فرقوں کا نقشہ اللہ کی کتاب پیش کرتی ہے۔

تَقْطُمُوا مِنْهُمْ زَيْرًا كُلَّ حِزْبٍ بِمَا لَمْ يُحِبُّ لِحُجُونِ (سورۃ المؤمنون آیت ۵۳) ترجمہ (پھر انہوں نے اپنے آپ کو فرقوں میں بانٹ لیا ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اس پر نازاں ہے)

ان سب کے عقائد کا اگر جائزہ لیا جائے تو وہ صریحاً قرآن مجید اور احادیث مجیدہ کے خلاف نظر آئیں گے۔ مثلاً ان کے ہاں انسان مرنے کے بعد بھی مردہ نہیں ہوتا بلکہ صرف نقل مکانی کر جاتا ہے اس کی صفات اور خصوصیات زندہ انسانوں ہی کی رہتی ہیں بلکہ اس بھی بڑھ جاتی ہے۔ (تبلیغی نصاب کتاب الروح للابن تیم) مردہ اپنے اہل و عیال اور دیگر لوگوں کے احوال جانتا ہے۔ (کتاب الروح فتاویٰ ابن تیمیہ)

فوت شدہ ہستیاں عالم الغیب ہیں (تبلیغی نصاب صراط مستقیم کرامات الہدیث)

تعویذ لکھنا اور لٹکانا درست ہے۔ (کتاب التعویذات فتاویٰ ابن تیمیہ ہشتی زبور)

دینی امور پر اجرت لینا جائز ہے۔ (موجہ تمام مسالک کا موقف)

انبیاء قبروں میں زندہ ہیں اور ازواج مطہرات بھی پیش کی جاتی ہیں۔ (ملفوظات احمد رضا خان بریلوی)

نبی علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں درود و سلام سنتے ہیں۔ (کتاب الوسیلۃ للابن تیمیہ)

نبی علیہ السلام اپنی قبر کے پاس پڑھنے والے درود و سلام کو خود سنتے ہیں (فتاویٰ نذیریہ)

قبر کو حکم لگانے سے مردے کو تکلیف ہوتی ہے (استفسارات از سید مودودی)

مردے بعد از وفات دنیا میں آتے جاتے رہتے ہیں (تبلیغی نصاب، ارواح ثلاثہ اشرف علی قہانوی)
 کچھ طریقوں سے کشف ارواح (یعنی قبر کے اندر کا حال معلوم) ہو سکتا ہے۔ (القول الجلیل از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)
 نبی پر امت کے اعمال میں صرف درود و سلام پیش کیا جاتا ہے۔ (کتاب التوحید از محمد بن عبد الوہاب، کتاب الوسیلہ۔ ابن تیمیہ)
 نبی پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں (عقائد علماء دیوبند) وغیرہ وغیرہ جبکہ دوسری طرف قرآن و حدیث سے جو عقیدہ سامنے آتا ہے وہ
 مندرجہ ذیل ہے۔

مردے نہیں سمیٹتے :- انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اولو اذانہم ۰ ترجمہ (اے نبی تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ
 ان بہروں کو سنا سکتے ہو جو پیٹھ پھیر کر بھاگے جا رہے ہوں) (سورۃ النمل آیت ۸۰ اور سورۃ الروم آیت ۵۲)

مرنے والوں میں جان کی رمت تک باقی نہیں :- والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شیاء وہم یخلقون ۰ اسوات غیر
 اعیاء۔ وما یسمعون اہلن یدعون ۰ ترجمہ (اور وہ دوسری ہستیاں جنہیں لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں بلکہ
 خود مخلوق ہیں۔ مردہ ہیں ان میں جان کی رمت تک باقی نہیں اور انہیں کچھ معلوم نہیں کہ انہیں کب (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھایا جائے گا)
 (سورۃ النمل آیت ۲۰-۲۱)

قوت شدہ ہستیاں عالم الغیب نہیں :- قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ وما یسمعون اہلن یدعون ۰ ترجمہ
 (ان سے کہو کہ زمین و آسمان میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا سوائے اللہ کے) (اور وہ تمہارے بتاؤنی معبود تو یہ بھی) نہیں جانتے کہ وہ کب
 اٹھائے جائے گے۔ (سورۃ النمل آیت ۶۵)

قیامت سے پہلے مردہ جسم میں روح نہیں لوٹ سکتی :- واذا نفوس زوجت ۰ ترجمہ (قیامت کے دن کے احوال میں ایک
 یہ بھی ہے کہ) اور جب روحیں جسموں سے جوڑ دی جائیں گی۔ (سورۃ النکح آیت ۷)
 ثم انکم بعد ذلک لمیتون ۰ ثم انکم یوم القیامہ تبعثون ۰ ترجمہ (پھر اس زندگی کے بعد تمہیں موت آئے گی پھر تم دوبارہ قیامت کے روز
 (زندہ کر کے) اٹھائے جاؤ گے۔ (سورۃ المؤمنون آیت ۷۵-۷۶))

تعویذ لکنا شرک ہے :- ”عن عبداللہ بن مسعود قل سمعت رسول اللہ یقول ان الرقی والتماثل والتولید شرک“ ترجمہ۔ عبد اللہ
 بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تعویذ، تولد (حبت کا تعویذ) اور دُم سب شرک ہے۔ (ابوداؤد
 بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۸۹)

دین پر اجرت لینا کسی نبی کا طریقہ نہیں :- ما اسلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین ۰
 ترجمہ (صلی علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا) میں اس (دین کے کام) پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا میرا معاوضہ تو صرف تمام جہانوں
 کے رب کے پاس ہے۔ (سورۃ الشعراء آیت ۱۳۵)

فرقہ بندی شرک ہے :- سبیل اللہ والیموا الصلوۃ ولا تکلوا من المشرکین ۰ من الذین لولوا انہم وکلوا شیئا
 کل حزب باللہم لرحون ۰

ترجمہ۔ (قائم ہو جاؤ دین پر) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اس سے ڈرتے رہو۔ اور نماز قائم کرو اور نہ ہو جاؤ ان مشرکین میں سے

بعد میں ہی صلعم نے صرف دم کی اہارت دی جس میں شرک الہی ہوں لیکن تعویذ کی ہرگز اہارت نہیں دی جیسے کہ شریع میں جبرستان جانے سے منع کیا
 تھا بعد میں اہارت دی تاکہ انسان موت کو ڈرے۔

جنہوں نے اپنا اپنا دین الگ بنالیا ہے اور گردہوں میں بٹ گئے ہیں سو ہر ایک کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی میں لگن ہے۔ (سورۃ الروم آیات ۳۱-۳۲)

اللہ نے ہمارا نام مسلم رکھا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مسلمان من قبل ولی اللہ ترجمہ (اللہ نے تمہارا نام "مسلم" رکھا ہے پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی (سورۃ الحج آیت ۷۸))

عصر حاضر میں اسلام کی داعی تحریک

اگرچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں مختلف ادوار مختلف ممالک میں اسلامی انقلاب کے نام پر بہت سی تحریکیں اٹھیں اور معاشرے میں موجود اخلاقی و معاشرتی برائیوں کو مٹانے کے لئے اجتماعی کوششیں بھی کیں لیکن بعد میں انہوں نے اپنی تحریک اور دعوت کا رخ یکسر لوگوں کی مادی فلاح و بہبود اور سوشل ورک کی طرف موڑ کر خود ہی تحریک کی روح کو فنا کر دیا تاریخ کا معمولی سا نظم رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ ان نام نہاد اسلامی تحریک کے ساتھ ساتھ یہود و نصاریٰ کی مختلف انجمنوں اور تنظیموں نے کس قدر انسانی فلاح کے لئے کام کیے ہیں بلکہ محض دنیاوی فلاح کا تصور ہی پیش نظر رکھا جائے تو غیر مسلم کھلانے والے ان سے کہیں آگے نظر آئیں گے جبکہ قرآن واضح طور پر اعلان کرتا ہے کہ اسلامی انقلاب کی بنیاد اللہ واحد رب العالمین کی ہدایت کی طرف لوگوں کو دعوت دینے اور اللہ کی راہ سے بھٹکانے والے طاغوتوں کے انکار پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ملاحظہ ہو۔

ولقد بعثنا فی کل امت رسولاً ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت ○ ترجمہ (اور ہم نے ہر امت میں (جو بھی) رسول بھیجا اس نے لوگوں کو

اپنی دعوت دی کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔) (سورۃ النحل آیت ۳۶)

اسی لئے جس قوم اور جس ملک میں بھی اللہ نے اپنے کسی بندے کو رسول بنا کر بھیجا اس نے اس کی پرواہ نہ کی کہ یہ قوم کتنی درمائدہ اور خستہ حال ہے۔ اس کے مسائل کس قدر گھمبیر اور دنیاوی حالت کتنی ابتر ہے۔ بلکہ اس کو اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ قوم اپنی زندگی کے بنیادی مقصد (اللہ کی بندگی) کو فراموش کر کے آخرت کی دائمی بد انجامی کی طرف جا رہی ہے۔ وہ قوم کی وقتی پریشانیوں اور مسائل کو حل کرنے کے لئے فلاحی اور رفائی ادارے کھولنے کی بجائے اپنی مساعی کا آغاز قوم کے سامنے اللہ کی بندگی کی دعوت سے کرتا ہے اور اسی میں ان کے تمام مسائل اور مشکلات کا حل سمجھتا ہے۔ چنانچہ اس کی تمام تر توجہ اسی بنیادی اور جوہری بات پر مرکوز رہتی ہے اور وہ ہر جگہ قوم کے سامنے یہی بات اٹھاتا ہے **یوم اعبدوا اللہ من الہ غیرہ ○** (سورۃ الاعراف صود و فیرو) کہ "اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں" اللہ واحد پر ایمان ایک ایسی چیز ہے جو تماثر خیر کی بنیاد ہے۔ یہی دشمن طیب ہے جس میں اچھائیوں اور خوبیوں کے پھل لگے ہوئے ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے فرمایا۔ **الم تدرک ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ظلت ولورعہا فی السماء نوئی اکلہا کل حین یلذذ ربہا ○** ترجمہ (کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاک کلمے کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے (وہ ایسی ہے) جیسے ایک پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط (زمین میں جمی ہوئی ہے) اور شاخیں آسمان میں اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل رکتا ہے) (سورۃ ابراہیم آیات ۲۳-۲۵)

اسلامی انقلاب کی یہ بنیاد جب تک کسی بھی تحریک کا اصل الاصول رہے گی سمجھ لیں منزل دور نہیں لیکن اس راہ میں جہاں اس بنیادی اور جوہری دعوت میں ذرا بجمول آیا پھر یہ راستہ اسلامی انقلاب کی طرف نہیں بلکہ کسی اور ہی طرف لے جائے گا۔ بد قسمتی سے ماضی قریب میں اٹھنے والی تمام تحریکیں کی بنیاد ایمان باللہ کے پہلو سے صرف نظر کر کے اعمال اور احوال کی درنگی پر تھی۔ چاہے افغانستان میں محمود صوف کی تحریک ہو، مصر میں حسن البنا کی یا پاکستان میں جماعت اسلامی دعوت اسلامی یا تبلیغی جماعت یا کوئی اور عظیم ہوسب کا مشن لوگوں کے اعمال درست کرنا ہے یا زیادہ سے زیادہ صالح قیادت کو لانا ہے نہ کہ وہ تمام تحریکیں معاشرے سے چند برائیاں ختم کر کے ایک اسلامی معاشرے کے قیام کا خواب دیکھتی آرہی ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی خام خیالی ہے آج باوجود انفرادی و اجتماعی وسائل کے دنیا کے کسی بھی

خطے میں صحیح معنوں میں اسلامی حکومت کیس نہیں ہے ہر جگہ جمہوریت اور بادشاہت کی بنیاد پر فیصلے کئے جاتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والی قوم ہر جگہ ذلیل و خوار ہے۔ خاص طور پر ان ممالک میں زیادہ برا حال ہے جہاں اسلام کے نام پر نام نہاد تحریک برپا کی گئیں کیونکہ اصل میں شرک و کفر کے شجر خبیث کو جڑ سے اکھاڑنے کی بجائے شاخوں کی تراش خراش سے اسلام لانے کی ناکام کوشش کی جاتی رہی ہے۔

نتیجہ سب کے سامنے ہے اگر یہ قوم اللہ کی بندگی پر قائم رہتی اور اس کے بندوں میں سے کسی کو داتا دھکیڑ منوٹ مشکل کشا کار ساز اور امیر و غریب نواز بنا کر اس کے غضب کو دعوت نہ دیتی تو آج امت کی یہ حالت نہ ہوتی نہ اس کے نو نمالوں کو چھیدا جلتا اور نہ محنت ماب عیشیوں کی عصمت دری ہوتی نہ عزت کا جنازہ نکلتا اور نہ انصاف کے حصول کیلئے غیروں سے بھیک مانگی جاتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ

النِّفْسِ اَسْوَاوَلَمْ يَلْبِسُوا اِلْمَانِهِمْ بِظُلْمِ اَوَّلٰئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ○ ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں شرک کی ملاوٹ نہیں کی انہی کے لئے امن و سلامتی ہے اور وہی راہ راست کو پا گئے (سورۃ الانعام ۸۲)

برصغیر میں اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والوں فرقوں اور گروہوں کے گہرے مطالعے کے بعد اللہ کے ایک بندے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے ایمان خالص کی بنیاد پر قوم کے سامنے دعوت توحید پیش کی اور دعوت کا ماخذ قرآن وحدیث کو بنایا اور ساتھ ساتھ آثار صحابہؓ سے بھی رہنمائی حاصل کی۔ اللہ کے اس بندے کا مشن یہ تھا کہ قوم کے سامنے اللہ واحد کی بندگی کی دعوت رکھی جائے۔ شرک اور طاغوت پرستی کے ہر انداز کی نشاندہی کر کے اس کو رد کیا جائے اس برات و بیزار کی کے اعلان کا عزم لے کر سنت نبوی صلیم کا جامہ پہن کر اس میدان میں اترا جائے اور آخرت کا بلاوا دیا جائے اور اس راہ میں خلوص سے جمنے کی کوشش کی جائے پھر قوم کے اندر وہ مبارک کشمکش برپا ہو جس کی نشاندہی قرآن نے فرمائی۔ **لَا ظَاهِمَ لِرَبِّكَانِ يَخْتَصِمُونَ ○** جس کے تحت اتحاد و اختلاف کی بنیاد صرف ایمان ہو " **يَخْتَصِمُونَ فِي دِينِهِمْ** " پھر جب ہجرت کے مقام آوازیں تو ہر جگہ سے لیک کر لیا جائے تمام برائیوں اور منکرات کو ترک کیا جائے یہاں تک کہ اللہ کے دین کے تقاضے کے طور پر اگر گھربار مال و اسباب اور وطن تک چھوڑنا پڑے تو بھی گریز نہ کیا جائے تاکہ قتال فی سبیل اللہ کی صورت میں حق و باطل کا معرکہ برپا ہو جہاں سراپھلتے ہیں سینے چھلتی ہوتے ہیں اور جہاں صرف اپنے مالک پر توکل و بھروسہ کرنے والے اس کی راہ میں شہادت کی تمنا لیتے ہوئے اس میدان میں شیرانہ وار اتریں اور پھر اللہ کی توفیق سے اپنی منزل کو پالیں یعنی غلبہ دین حق یا شہادت کی موت کہ نقد جان کے عوض شہادت حق کا فریضہ ادا ہو اور اللہ کی مغفرت اس کی رضا اور خوشنودی کے حصول کا سامان ہو جائے۔ ہمارے رب کا یہی فرمان ہے۔

"لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ○ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنْفَعٌ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مِنْ بَيْنِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ سَلُّوا بَالِيَهُمْ ○ (سورۃ الحديد ۲۵) یہی اسوہ ہمیں نبی علیہ السلام کی دعوت کے مختلف مراحل اور آپ کی پوری زندگی میں ملتا ہے۔

اسلامی انقلاب کی راہ میں آنے والے مراحل

قرآن وحدیث میں انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اس راہ میں یہ مدارج مرحلہ وار ہیں ہر ایک کے ساتھ پیش آئے ہیں جس کا مختصر خلاصہ مندرجہ بالا سطور میں پیش کیا گیا ہے۔

(۱) دعوت توحید (۲) ہجرت (۳) جہاد فی سبیل اللہ

ان مراحل کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

دعوت توحید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق لوگوں کو بازاروں، منگلی کوچوں، میلوں اور جہاں ممکن ہو بندگی رب کا مفہوم سمجھایا

جائے۔ شرک و کفر اور بدعات کا اعلائیہ رو کیا جائے۔ تمام ممکنہ ذرائع و وسائل کو استعمال کرتے ہوئے لوگوں تک اس بنیادی بات کو پہنچانے کی پوری کوشش کی جائے۔ لوگوں کو اللہ کے باغی بندوں سے بھی واقفیت کرائی جائے جن کی محبت میں گرفتار ہو کر وہ گمراہ ہو چکے ہیں تاکہ کفر باطنافوت (جو ایمان باللہ کے ساتھ لازم و ملزوم ہے) کا فریضہ کماحقہ ادا ہو سکے لوگوں کی اکثریت اپنے آبائی مذہب اور اکابرین کا دفاع کرتے ہوئے پوری شدت سے دعوت حق کی راہ میں مزاحم ہوگی ہر طریقے سے مومن کو اپنی جگہ سے ہلا دینے کی کوشش کی جائے گی یہ وہ راہ ہے جس پر اللہ کے مومن بندے صرف اللہ کی توفیق ہی سے قائم رہ سکتے ہیں۔ اس آبلہ پاراہ میں وہی لوگ ثابت قدم رہ سکتے ہیں جن کی فطرت میں اس چند روزہ فانی دنیا کی بجائے آخرت کی پرہیزگاری کی قیمت ہو جو ایک مسافر کی حیثیت سے اس کی دنیا کی منزل پر ٹھہرتے ہیں۔ ورنہ اس کا اصلی گمراہ مقام ہے جسے جنت کہا جاتا ہے شہادت کی تینادلی میں ببا کر وہ اس راہ میں قدم آگے بڑھاتے جاتے ہیں ہر حال میں اپنی جانی و مالی توانائیاں خرچ کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ غرض جس قسم کی ذمہ داری صاحب قرآن نے ایک مومن جماعت کی بتائی ہے وہ اس کی عملی تصویر نظر آتے ہیں۔

ہجرت

ایک مسلم جو اس نظم کی پابندی کا عہدہ اور اپنے آپ کی ذمہ داری اور اللہ کے آگے جواب دہ سمجھتا ہے وہ جماعت کی تمام تر آلودگیوں سے اپنے دامن کو پاک کر لیتا ہے گویا وہ چاہلانہ معاشرے سے ایک طرح کی ہجرت کرتا ہے۔ البتہ اس کی اصل یعنی ملک سے ہجرت اس وقت ہوتی ہے جب باطل دعوت کو ختم کرنے کے لئے اپنے تمام دلائل اور سختیاں بے کار و کچھ کر ایمان والوں سے صاف صاف کہہ دیتا ہے کہ **قَالَ الْمَلَأَنِ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَخَرَجْنَا مِنْكُمْ غَالِبِينَ** (سورۃ الاعراف ۸۸) اور پھر حق اپنی تمام تر بے سرو سامانی کے باوجود باطل کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے بجائے اس کے سامنے سینہ سپر ہو جائے تب ہجرت کا مقام آتا ہے ایمان دار اللہ کی خالص بندگی و اطاعت بجالانے کیلئے ہر اس خطہ کی محاب غلطی سے بھاگتے ہیں جہاں ان کی دانست میں امن و سکون کے ساتھ اللہ کی بندگی و احکامات کی احسن طریقے سے بجا آوری ہو سکے۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے پیغمبروں نے اللہ کے حکم سے ہجرت فرمائی اس طریقے سے رسول اللہ نے اپنی قوم کو ہر ممکن طریقے سے دعوت توحید دی لیکن انجام کار بہت تھوڑے افراد اس دعوت کو قبول کرنے والے بنے اکثریت نے شدت کے ساتھ رو کیا اور پھر جب مکہ میں زندگی گزارنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو گیا تب اللہ کے حکم سے پہلے حبشہ اور بعد میں مدینہ ہجرت کی گئی۔ قریش کا شعب بنی ہاشم کا پایہ کثافت سفر طائف ہجرت حبشہ یہ سب واقعات ہجرت مدینہ کے محرکات ثابت ہوئے۔

جماعتی سبیل اللہ

دور ہجرت میں جب ایمان دار امن و اطمینان سے اللہ کی بندگی میں مصروف ہوتے ہیں تو باطل کے پرستاروں کے سینوں پر سانپ لوٹ جاتے ہیں کہ ہمارے دانتوں اور دھبھکیوں کے انکاری ہمارے پاس سے ٹھکرا اب امن و اطمینان سے اللہ کی بندگی اور دعوت دین کا کام کر رہے ہیں تو وہ پوری قوت سے مسلح ہو کر الہ واحد کی بندگی کرنے والوں کو مٹانے کے لئے ان سے بھڑ جاتے ہیں۔ مومن صرف اللہ کی رضا کے لئے اپنی جان بچھاؤ کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے اور کفار اپنے بیویوں کی بڑائی قائم رکھنے کے لئے لڑتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ طافوت کی راہ میں لڑنا قرار دیتا ہے۔ "جن لوگوں سے جنگ جاری ہے انہیں لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیوں کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر یقیناً قدرت رکھتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گمراہوں سے بے تصور نکالے گئے صرف اس وجہ سے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب صرف اللہ ہے۔" (سورۃ الحج آیات ۳۹-۴۰)

اللہ کی راہ میں جم کر لڑنے والوں کی تعریف سورۃ الصف میں اس طرح بیان کی جا رہی ہے کہ "بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا

ہے کہ جو اس کی راہ میں اس طرح صف باندھے جم کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔" (سورۃ الصف آیت ۴)۔
 کہیں مالک اپنی راہ میں جانوں کی نذرانے پیش کرنے والوں کو مردہ گمان نہ کرنے کا حکم دیتا ہے (سورۃ بقرہ) کہیں فرمایا جاتا ہے کہ وہ
 اللہ کے پاس زندہ ہیں اور وہیں رزق دیے جاتے ہیں۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کس طرح صحابہ کرام نے اللہ کی فرمان کے مطابق اپنے
 مال خرچ کئے اور جائیں بھی قربان کی یہ تمام واقعات قرآن مجید اور کتب و احادیث میں موجود ہیں کہ سورۃ آل عمران کی اس آیت "لن تنفخوا
 البر حتی تنفقوا مما تحبون" ترجمہ "تم ہرگز نیکی کے کمال کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو جو تمہیں
 سب سے زیادہ محبوب ہو" کا مفہوم جان لینے کے بعد ابو طلحہ نے اپنا بسترین باغ اللہ کی راہ میں صدقہ کر ڈالا عثمان کا ہر موقع پر بے ہمارو پیسہ
 خرچ کرنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ساری دولت مسلمان ہونے والے غلاموں کی آزادی پر خرچ ہوئی سورۃ التوبہ میں غزوہ تبوک میں شامل
 ہونے والے غریب صحابہ کے زرع تعاون کی تعریف کی جاتی ہے۔ سب سے پہلے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے ام المومنین عائشہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے معاملے میں چلتی ہو اسے بھی زیادہ خفی تھے۔ ام المومنین خدیجہ بنت رضی
 اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلی وحی کے نزول کے بعد نبی سے یہ فرمانا کہ اللہ آپ کو کیونکر ضائع کرے گا جب کہ آپ غریبوں کی اس قدر مدد فرماتے ہیں
 کہ خود غریب ہونے سے نہیں ڈرتے گویا جب جان بچانے اور کرنے کا موقع آیا تو اپنے ہاتھ پر تمواروں کے وار روکے گئے۔ اللہ کے دشمن کا
 نیزہ پیچھے کی ہڈی کو توڑتا ہوا نکل جاتا ہے کہ تو بے اختیار منہ سے نکلتا ہے "اللہ اکبر! فزت ورب الکعبہ" (اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم میں تو
 اپنی مراد کو پہنچ گیا) کہیں نبیؐ یہ فرما رہے ہیں کہ "میری آرزو ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں" (صحیح بخاری) کہیں یہ الفاظ ہیں کہ
 "اے اللہ بیش تو صرف آخرت کا بیش ہے" مال خرچ کرنے کا حکم ملا تو سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دیا گیا اور پھر ایمان و دعوت الی اللہ ہجرت
 اور جہاد فی سبیل اللہ کی بنیاد پر جو انقلاب دنیا کے اس خطے میں جسے عرب کہا جاتا ہے رونما ہوا اس کی نظیر چشم فلک پیش کرنے سے قاصر ہے
 اور اسی انقلاب کی آج سکتی ہوئی بے چین انسانیت کو ضرورت ہے۔

چونکہ خیر القرون کے بعد دوبارہ اس نوعیت کی یا قاعدہ کوئی تحریک نہیں اٹھی اور نہ ہی اٹھنے والی تحریک میں شرک سے پاک ایمان
 پیدا ہو سکا۔ پھر کس طرح انقلاب لایا جاتا اللہ کی نافرمانی اور شرک کی وجہ سے آج یہ امت مسلمہ کھلوانے کے باوجود پوری دنیا میں ذلیل و
 رسوا نظر آتی ہے۔ آئیے شرک و کفر کے خلاف جدوجہد میں ہمارے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلیں تاکہ یہ تباہی و بربادی سے دوچار امت اللہ
 کے غضب سے بچ کر اللہ کی رحمت و عنایات کی مستحق ہو جائے۔ ہم ڈکے کی چوٹ پر صاحب حسن کی طرح اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں
 اور یہی ہماری دعوت کا اصل الاصول ہے اب چاہے کفر و شرک کے ایوانوں میں زلزلہ آئے یا ظلم و تعدی کے سمندر میں ارتعاش پیدا ہو
 کوئی ہاتھ ہماری حمایت میں اٹھے یا نہ اٹھے دعوت یہی رہے گی۔ "قولوا لا اله الا اللہ تفلحوا" اقرار کر لو کہ اللہ کے سوا کوئی الہ (داتا و نگیر)
 غوث مشکل کشا حاجت روا بھیجیائیں بتانے والا کارساز) نہیں ناسخ یا جاؤ گے۔

و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عقیدہ شفاعت

قرآن و حدیث کی نظر میں

۱ الشیخ یعقوب علی - کراچی

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں گزشتہ اقوام کے حالات و قصص بیان فرمائے ہیں تاکہ بعد میں آنے والی نسل انسانیت ان کے عبرت انگیز انجام سے سبق حاصل کرے کہ جب اللہ نے ان کی نافرمانی کی وجہ سے گرفت کی اور ان پر اپنے عذاب کا کوڑا برسایا تو پھر نہ تو ان کی طاقت یا ان کے وسائل کسی کام آئے اور نہ وہ ہستیاں ہی ان کی مدد کو پہنچیں جن کے وہ نام لیا کرتے اور جن کو اللہ کے مقابلے میں انہوں نے کوئی مقام و مرتبہ دے رکھا تھا۔

شفاعت کا عقیدہ عام طور پر دو طرح سے انسانیت کی گمراہی کا سبب بنا ہے۔ پہلے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کو جھٹلانے اور ان کی مخالفت کرنے والوں نے اس عقیدہ کو اس طرح اپنے لئے ذوالحال بنایا کہ وہ جن دیوتاؤں کے نام لیوا ہیں یا جن بزرگوں کے دامن گرفتار ہیں وہ ان کو اللہ سے قریب کر دینے والے اور اللہ کے دربار میں ان کے سفارش میں لہذا ان کے لئے ذر قطرے کا کوئی مقام نہیں۔ ان کے یہ دیوی دیوتا، اوتار اور بزرگ انہیں اللہ کی پکڑ یا اس کے عذاب سے بچالیں گے۔ دوسرے انبیاء علیہ السلام کے ماننے والوں نے اپنے اپنے انبیاء کے بارے میں شفاعت و سفارش کا یہ عقیدہ اپنایا کہ وہ اللہ کے ان رسولوں کی اولاد ہونے کے باعث ان کی شفاعت کے حقدار ہیں، چاہے ان کے بعد اللہ کے دین میں ان کے ہاتھوں کیسا ہی بگاڑ کیوں نہ آیا ہو اور ان کی زندگی اللہ کی بندگی اور ان انبیاء علیہم السلام کی زندگی کے عملی نمونے سے کیسی ہی عاری کیوں نہ رہی ہو۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے اپنی مسلسل نافرمانیوں اور بد عملیوں کے باوجود یہ عقیدہ اپنانے رکھا کہ وہ محض انبیاء علیہم السلام سے نسلی تعلق کی بنیاد پر جنت میں چلے جائیں گے اور یہ کہ انبیاء علیہم السلام ان کو ایسی کسی بھی مشکل صورت میں بھڑالیں گے۔

قرآن نے شفاعت تھری کے اس باطل اور گمراہ کن عقیدے کی بھرپور انداز میں تردید فرمائی ہے اور بنی اسرائیل کو ان کے بودے عقیدے کی حقیقت واضح کرتے ہوئے متنبہ کیا ہے۔

یٰبَنِی إِسْرَآئِیلَ اذْکُرُوا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَ اَنْیْ فُضِّلْتُکُمْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ وَ اتَّقُوا یَوْمَ لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَیْئًا وَ لَا یَقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَ لَا هُمْ یَنْصُرُوْنَ
 کہ: "اے بنی اسرائیل میرے ان احسانات کو یاد کرو جو میں نے تم پر کئے اور یہ کہ میں نے تم کو جہان والوں پر فضیلت بخشی، اور اس دن (کے احتساب) سے ذر و جب نہ تو کوئی نفس کسی نفس کے کچھ کام آ سکے گا اور اس سے بدلہ کے طور پر ہی کچھ قبول کیا جائیگا، نہ اسکو کسی کی سفارش کوئی فائدہ دے گی اور نہ لوگوں کو (کسی اور طرح کی) کوئی مدد مل سکے گی۔"
 (البقرہ: ۱۷۴، ۱۷۳)

اس طرح دوسرے گمراہ لوگوں کو بھی ان کے انجام بد سے باخبر کیا گیا ہے:

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُونَ. وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِنْ شُرَكَائِهِمْ شُفَعَاؤُا
وَكَانُوا بِشُرْكَائِهِمْ كَافِرِينَ. (الروم: ۱۲، ۱۳)

"اور جس دن قیامت برپا ہوگی (اس دن) مجرم لوگ (کافر و شرک) مایوس ہو جائیں گے اور ان کے (خود ساختہ) شریکوں میں کوئی ان کا سفارشی نہ بن سکے گا۔ اور وہ (اس طرح) اپنے شریکوں کا (ان سے ناامید ہو کر) کفر کریں گے۔"

چنانچہ بنی اسرائیل کو ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام جیسے انبیاء کی اولاد ہونے اور دوسرے لوگوں کو اپنے دیوی دیوتاؤں کی سیدھا کرنے اور بزرگوں کی دامن گرفتگی کا جو گھمنڈ تھا اور جس کی بناء پر وہ اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے کہ ان کی نجات کے لئے ان انبیاء علیہم السلام، بزرگوں یا دیوی دیوتاؤں سے نسبت اور ان کی سفارش ہی کاٹی ہوگی، درج بالا آیات ان کے اس اہمہ کی جزاکٹ رہی ہیں اور ان کو اس بات کی یاد دہانی کرا رہی ہیں کہ اللہ کے ہاں کام آنے والی اصل چیز تو اس سے کئے گئے حمد کی پابندی اور ایمان و عمل صالح ہیں۔ اس سے بے پرواہ ہو کر محض آرزوؤں کے ہوائی قلعوں پر اعتماد کرنا بے معنی اور لا حاصل چیز ہے۔

دنیا میں چونکہ لوگوں کی گمراہی کے بڑے بڑے اسباب میں سے ایک سبب شفاعت کے بارے میں غلط تصورات اور عقائد بھی ہیں، اسی لئے قرآن نے اس سلسلے کو اس قدر کھول کر وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ اس کے بعد اس سلسلے میں کسی اشکال یا اشتباہ کی گنجائش نہیں رہتی، قرآن میں شفاعت کے معاملے کو متعدد مقامات پر اتنی صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ایک حقیقت کے متلاشی کو یہ جاننے میں کوئی مشکل پیش نہیں آ سکتی ہے کہ شفاعت کون کر سکتا ہے اور کون نہیں؟ یہ کس کے حق میں کی جا سکے گی اور کس کے حق میں نہیں؟

قرآن تو واضح طور پر یہ اعلان کرتا ہے کہ تمام تر شفاعت یا سفارش اللہ کے اختیار میں ہے، اس لئے کہ آسمانوں اور زمین پر اسی کا اقتدار اور اسی کی بادشاہی ہے، وہی بالآخر انسانوں کے بارے میں فیصلہ فرمائے گا اور اسی کے پاس سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ فرمایا: اِم اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ. قُلْ اُولُو كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ۔

"کیا ان لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو سفارشی بنا لیا ہے۔ ان سے کہو کہ چاہے وہ کسی چیز کا بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ (کچھ) سمجھتے ہی ہوں؟

قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا. لَهُ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ. ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ. (الزمر: ۴۳، ۴۴)

"اے نبی ﷺ! کہہ دو کہ شفاعت تو سب کی سب اللہ کے اختیار میں ہے، اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"

اللہ کے معاملے میں اختیار شفاعت پر یہ پابندی اس لئے ہے کہ فرشتے ہوں یا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کسی کو بھی یہ علم نہیں کہ کس کا نامہ اعمال اور ریکارڈ کیسا ہے کون دنیا کی زندگی میں کیا کرتا رہا اور اللہ کی بارگاہ میں کس سیرت و کردار کے ساتھ اور کیسے کیسے گناہوں کا بوجھ لے کر آیا ہے اس کے برعکس اللہ کو ہر ایک کے اگلے پچھلے کارناموں اور کرتوتوں کا پورا پورا علم ہے، وہ سب کی حقیقت سے پوری طرح واقف ہے کہ کوئی متنی اور نیک ہے تو نیکی اور کفوے کے کس مقام پر ہے اور گنہگار و مجرم ہے تو کس درجے کا۔

قرآن میں فرشتوں، انبیاء علیہم السلام اور اللہ کے دوسرے برگزیدہ بندوں کے بارے میں جو تصور شفاعت بیان کیا گیا ہے، وہ انسانوں کے قائم کردہ مذکورہ بالا شفاعت قہری کے اس تصور سے یکسر مختلف ہے، جس کے مطابق ان کے بعض شرکاء (انبیاء، اولیاء، جنوں، فرشتوں اور دیوی ویتانوں) کو اللہ کے ہاں قرب و اعتماد کا یہ درجہ حاصل ہو گا کہ وہ کسی کے لئے بھی خود بڑھ کر اللہ سے سفارش کر سکتے ہیں یا ان کی بخشش کے لئے نچل کر تقاضا کر سکتے ہیں اور اللہ ان کی ناز برداری میں اپنے آپ کو مجبور پائے گا (معاذ اللہ) اور لازمی طور پر ان کی سفارش کو قبول فرمائے گا۔ شفاعت کا یہ تصور بنیادی طور پر غلط اور گمراہ کن ہے، اس لئے کہ یہ بندے کا اعتماد خالق کے بجائے مخلوق پر جاتا ہے اور اس طرح شرک کے لئے راہ کھولتا ہے۔ قرآن بیان کرتا ہے کہ اللہ کے ہاں نہ کسی کا یہ درجہ ہے اور نہ اس کے دربار میں اس کی اجازت کے بغیر کوئی زبان کھولنے کی جرأت ہی کر سکتا ہے، فرمایا من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنه۔ "کون ہے جو اللہ کی بارگاہ میں اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے۔ یعلم صابین ایدیہم وما خلفہم۔" "اسکو وہ سب کچھ معلوم ہے جو لوگوں کے دوبرو ہو رہا ہے اور وہ بھی جو ان کے پیچھے ہو چکا ہے ولا یحیطون بشئ من علمہ الا بما شاء اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اس کے جس کا وہ علم عطا کرنا چاہے (البقرہ: ۲۵۵- آیت انکری)

اللہ تعالیٰ کے علم کی یہ وسعت اور دوسروں کے علم کی یہ محدودیت شرکیں کے تصور شفاعت کا بالکل خاتمہ کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس قرآن نے شفاعت کا یہ تصور دیا ہے کہ اللہ اپنے خاص اور برگزیدہ بندوں میں سے جس کو چاہے گا اور جس کے لئے چاہے گا سفارش کی اجازت دیگا اور وہ بھی اللہ سے ڈرتے ہوئے وہی بات زبان سے نکالے گا جو بالکل حق ہو گی۔ اس طرح ایک طرف اللہ تعالیٰ دنیا والوں کے سامنے اپنے محبوب اور صالح بندوں کو شفاعت کا اذن دیکر ان کی عزت افزائی فرمائے گا تو دوسری طرف اس کے ذریعے اپنے ایسے مومن بندوں کی مغفرت کا سامان فرمائیگا جن کا ایمان اور عقیدہ بالکل درست ہو گا لیکن وہ اعمال کی بعض خرابیاں لے کر آئے ہو گئے۔ قرآن کی آیات بھی اس کی گواہی دیتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ واضح اعلان فرماتا ہے۔ ان الله لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء (النساء: ۱۱۶) اور احادیث رسول ﷺ بھی یہی بتاتی ہیں کہ شرک کے علاوہ اللہ چاہے گا تو تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا، چاہے بغیر سزا کے یا سزا دینے کے بعد، لیکن شرک و کفر کو کبھی معاف نہیں کریگا۔

حدیث رسول ﷺ کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سناوے جسے آخرت میں اپنے مومن بندوں کو بھرپور انداز میں نوازنے کے لئے ان پر نچھاور کرے گا، اسی مضروبے کے تحت وہ اپنی رحمت سے اپنے برگزیدہ بندوں کو شفاعت کی اجازت بھی عطا فرمائے گا مگر ان کے حق میں جو ایمان کی بنیادی شرط پر پورا اترتے ہوئے اس کی نظر میں مستحق ہوں گے اور اس کا علم صرف اسی عالم الغیب والشموات کو ہے البتہ اس بات کا اللہ تعالیٰ نے قطعی طور سے فیصلہ کر دیا ہے کہ ظالموں کا وہاں نہ کوئی دوست ہو گا نہ شفیع یا سفارشی۔ ما للظلمین من حمیم ولا شفیع یطاع (المومن: ۱۸) کہ "ظالموں کا نہ کوئی قلم دوست ہو گا اور نہ کوئی شفیع جس کی بات مانی جائے۔" شفاعت قہری کے خود ساختہ اور گمراہ کن تصور کے مقابلے میں یہ شفاعت چونکہ اللہ کی اجازت سے ہو گی۔ نیز اس کی منشاء کے مطابق ہو گی۔ یہ نہ تو کسی حق کو باطل ثابت کرے گی اور نہ کسی باطل کو حق بلکہ ٹھیک ٹھیک عدل و انصاف اور حق کے مطابق ہو گی۔ لہذا یہ بندے کا اعتماد اپنے خالق و

مالک پر جانے والی اور توحید کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس شفاعت کے لئے گنجائش رکھی ہے اور اس سے وہ اپنے ان بندوں کو نوازے گا جن کو چاہے گا۔

لیکن افسوس کہ تاریخ کے ہر دور میں انسانیت کی اکثریت نے اللہ تعالیٰ کی واضح ہدایات اور اس کے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے مطابق رب کریم کی بندگی اختیار کرنے کے بجائے ان کو پس پشت ڈال دیا اور دنیا کی زندگی میں اپنے آپ کو ہر پابندی سے آزاد سمجھتے ہوئے گمراہی کی روش اختیار کی۔ اپنی مرضی سے انہی انبیاء علیہم السلام اور اللہ کے دوسرے نیک بندوں، فرشتوں اور اپنے مزمومہ بزرگوں اور ویوی دیوتاؤں کو اللہ کی ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں شریک سمجھ کر ان کی شفاعت کے بارے میں یہ تصور قائم کیا کہ وہ ان سے نسلی یا پوجا پاٹ کے تعلق کی وجہ سے جھوٹ جائیں گے یا یہ ان کو اللہ کی پکڑ سے چھڑالیں گے۔ بد قسمتی سے آج اس آخری امت کی عظیم اکثریت کا بھی کم و بیش یہی حال ہے۔ اس نے بھی ایمان و عقیدے کے بگاڑ میں مبتلا ہو کر اللہ کے مقابلے میں اس کی مخلوق میں سے اپنے داتا و سنگیر، مشکل کشا اور حاجت روا، غریب و امیر نواز اور غوث الاعظم تراش لئے ہیں جن کے ساتھ جلد مراسم عبودیت کی دیگر اشکال کو روار کھنے کے علاوہ گزشتہ مشرک اور گمراہ اقوام کی طرح اس تعلق سے شفاعت قہری کا عقیدہ بھی اس امت کے اندر اسی رنگ میں اور اسی شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ اس امت کی اکثریت بھی قرآن و حدیث کی تعلیمات کے برعکس اپنے شرکیہ عقائد اور اعمال کے علی الرغم یقین رکھتی ہے کہ محض نبی ﷺ کے امتی ہونے کی وجہ سے یہ جنت میں چلے جائیں گے یا نبی علیہ السلام ضرور ان کی شفاعت فرمائیں گے۔ اس طرح یہ اپنے نظمی داتاؤں اور سنگیروں مشکل کشاؤں اور حاجت رواؤں کے بارے میں بھی گمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے ہاں چل کر ان کو چھڑالیں گے اور اپنے ساتھ جنت میں لجائیں گے۔ بلکہ ان کے بغیر خود بھی جنت میں داخل نہیں ہونگے۔ (اماذنا اللہ)

قرآن و حدیث اس باطل نظریے کی جس طرح تردید کرتے ہیں اور شفاعت کا جو صحیح تصور پیش کرتے ہیں، اس کی کچھ مزید تفصیل درج ذیل ہے:-

مشرکین کے سفارشی ان سے گم ہو جائیں گے۔ جو لوگ دنیا میں اپنے مزمومہ بزرگوں کی سفارش پر بھروسہ کر کے اللہ کے بجائے اس کے ان مجبور محض بندوں کے نام کی نذر و نیاز کر کے اور غنیمتیں اور چڑھاوے دے کر خوش اور مطمئن ہیں، ان بد نصیبوں سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا "لو اب تم ویسے ہی تن تنہا ہمارے سامنے حاضر ہو گئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ اکیلا پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے دنیا میں تمہیں دیا تھا وہ سب تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو، وما نری معکم شفعاء کم الذین زعمتم انہم فیکم شرکوا لقد تقطع بینکم ووصل عنکم ما کنتم تزعمون۔" اور اب ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے، جن کے بارے میں تم یہ گمان رکھتے تھے کہ تمہارے کام بنانے میں ان کا بھی کچھ حصہ ہے۔ تمہارے آپس کے سب رابطے ٹوٹ گئے اور وہ تم سے گم ہو گئے جن کے ذمہ باطل میں تم مبتلا تھے" (الانعام: ۹۳)

قیامت کے دن مشرکین کا اعتراف حقیقت: سورة الاعراف میں اللہ فرماتا ہے کہ "میں یہ لوگ اس کے

علاوہ کسی اور چیز کے وقوع پذیر ہونے کے منظر میں جس کے وقوع کی یہ کتاب خبر دے رہی ہے جس دن وہ انجام سامنے آنے کا تو وہی لوگ جنہوں نے پہلے اسے نظر انداز کیا تھا۔ کہیں گے، قد جاعت رسل ربنا بالحق فهل لنا من شفعاء فيشفعوا لنا او نرد فنعمل غير الذي كنا نعمل قد خسروا انفسهم وصل عنهم ما كانوا يفترون۔ ”یشک ہمارے پروردگار کے رسول حق لیکر آئے تھے، تو کیا اب ہمارے کوئی سفارشی ہیں جو ہماری سفارش کریں؟ یا ہم (دنیا میں) پھر لوٹا دیے جائیں تاکہ جو اعمال (بد) ہم پہلے کرتے تھے ان کے برعکس (نیک) عمل کریں۔ یشک انہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دیا اور وہ سارے جھوٹ جو وہ (دنیا میں) باندھا کرتے تھے (آج) ان سے گم ہو گئے۔“ یعنی بے حقیقت ثابت ہوئے۔ (الاعراف: ۵۳)

سورۃ الشعراء میں ان کا حال یوں بیان کیا جا رہا ہے کہ یہ شرکین اپنے معبودوں سے کہیں گے: تالٰہ ان کنا لقی صلل مبیین۔ اذ نسویکم برب العلمین۔ کہ ”اللہ کی قسم ہم تو صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے جب کہ تمہیں (داتا، دستگیر، حاجت روا، غریب نواز اور غوث جیسے القاب دیکر) رب العالمین کی برابری کا درجہ دیتے تھے۔“ اور اس حقیقت کو اپنی بے بسی کا اعتراف کریں گے: وما اضلنا الا المجرمون۔ فعالنا من شافعیین۔ ولا صدیق حمیم۔ (الشعراء ۹۷ تا ۱۰۱) کہ ”ہم کو تو (ان احبار و رہبان، مولوی اور پیر قسم کے) مجرم لوگوں نے ہی گمراہ کیا تھا۔ اب نہ ہمارا کوئی سفارشی ہے اور نہ کوئی جگری دوست“ جس کو ہماری اس حالت زار کا احساس ہو اور ہم سے اظہار ہمدردی کرے یا ہماری مدد کرے۔

اسی طرح سورۃ الروم کی آیات (۱۲، ۱۳) کا پہلے ذکر آچکا ہے) میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن وہ لوگ، جنہوں نے دنیا میں اللہ کے بندوں کو اس کا شریک اور اللہ کے مقابلے میں اپنا سفارشی بنایا ہوگا اپنے خود ساختہ شریکوں کی شفاعت سے مایوس ہو جائیں گے اور ان کا کفر کریں گے، لیکن اسی دن کے کفر اور بیزاری سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

شفاعت صرف ایمان والوں کے لئے ہوگی اور اللہ کے حکم سے: یہ بھی واضح رہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے شرکین کے لئے شفاعت یا سفارش کو بے فائدہ قرار دیا ہے وہاں یہ بھی وضاحت کر دی ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے بندوں میں سے صرف وہی شفاعت یا سفارش کر سکیگا جس کو اللہ سفارش کے لئے حکم یا اجازت دیگا اور وہ بھی اللہ کی مرضی کے مطابق ایماندار گنہگاروں کی مغفرت کے لئے سفارش کرے گا نہ کہ اس کی مرضی کے برخلاف کافروں اور مشرکوں کے لئے۔ اللہ کے ہاں کسی کا بھی یہ مقام و مرتبہ نہیں اور نہ اس کا کوئی ایسا الاؤ ہے جو اس دن جیسے چاہے جنت میں لجا لے یا کسی کی بخشش کے لئے اس طرح چل جائے کہ (لعلہ باللہ) اللہ بھی مجبور و بے بس ہو جائے۔ اس سلسلے میں قیامت کے دن کی سختی اور ہولناکی کا منظر سورہ النبائیں کھینچا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو: یوم یقوم الروح والملئکہ صفا۔ لا یتکلمون الا من اذن له الرحمن وقال صواباً۔ ”جس دن روح الامین (جبریل علیہ السلام) اور فرشتے صف در صف کھڑے ہو گئے اور کوئی لب کشائی نہ کر سکیگا سوائے اس کے جس کو وہ الرحمن ذات اجازت دے اور وہ کہے بھی ٹھیک بات۔“ (النباء: ۳۸) اس مضمون کی متعدد آیات قرآن کی مختلف سورتوں میں موجود ہیں۔ ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں: توکم من ملک فی السموات لا تغنی شفاعتہم شیئاً الا من بعد ان یاذن اللہ لعمی یشاء۔ ”اور آسمانوں میں کتنے فرشتے جن کی

سفارش کچھ بھی کام نہیں آسکتی مگر بعد اس کے کہ اللہ جس کے لئے چاہے اس کی اجازت دے اور پسند کرے۔" (۱: ۲۶)۔
یوم یات لا تکلم نفس الا باذنه: "جب وہ (قیامت کا) دن آئیگا تو کسی کی مجال نہ ہوگی کہ اللہ کی اجازت کے بغیر بات کر سکے۔" (ہود: ۱۰۵) سورہ طہ میں اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں اپنے ہاں کسی کے اثر و رسوخ کی اس طرح نفی فرماتا ہے یومئذ لا تنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمن ورضی له قولا۔ "اس روز (کسی کی) شفاعت کام نہ آئیگی سوائے اس کی جس کو وہ الرحمن ہستی اجازت بخشے اور اس کی بات کو پسند فرمائے" (طہ: ۱۰۹) اور سورہ یونس میں تو اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمادیا ہے کہ تم اپنے رب کو مجبور اور بے بس ہستی نہ سمجھو بلکہ اس کی عظمت و شان کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے سامنے جھک جاؤ۔ فرمایا: ما من شفیع الا من بعد اذنه ذلکم اللہ ربکم فاعبدوه افلا تذکرون۔ "کوئی شفاعت نہیں کر سکتا مگر اس کی اجازت کے بغیر، وہی اللہ تمہارا پالنے والا ہے، پس تم اسی کی بندگی کرو۔ پھر کیا تم غور نہ کرو گے۔" (یونس: ۳)

مندرجہ بالا آیات قرآنی سے تو یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اللہ کے حکم اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی شفاعت نہیں کر سکتا۔ اب آئے دیکھیں کہ نبی علیہ السلام کی احادیث اس سلسلے میں کیا رہنمائی فراہم کرتی ہیں کہ شفاعت کس کے حق میں ہو سکتی اور کس کے حق میں نہیں؟ تاکہ یہ نہ ہو کہ اہل ایمان اس بہرہ سے پر صلیح عمل کرنا چھوڑ دیں اور سمجھیں کہ چونکہ ہم نے ایمان قبول کر لیا ہے۔ اور ہم امت محمدیہ میں شامل ہو گئے ہیں، اس لئے اب ہم جو چاہیں کرتے پھریں، ہرگز نہیں! بلکہ نبی ﷺ نے اس سلسلے میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو جس طرح تنبیہ فرمائی وہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔

(۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب سورۃ الشعراء کی یہ آیت نازل ہوئی: وانذر عشیرتک الاقربیین۔ "کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ" (آیت نمبر ۲۱۳) تو نبی علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور فرمایا "اے گروہ قریش! تم لوگ (ایمان اور نیک اعمال کے ذریعے) اپنی جانیں بچا لو۔ میں اللہ کے ہاں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا (یعنی اللہ کی مرضی کے خلاف میرا کوئی اختیار نہیں ہوگا)۔ اے نبی عبد مناف! "میں اللہ کے ہاں تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا"۔ اے عباس رضی اللہ عنہ ابن عبد المطلب! "میں اللہ کے سامنے تمہارے کسی کام نہیں آسکتا" اور اے میری بہنوئی صفیہ! میں اللہ کے ہاں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا"۔ اے میری بیٹی فاطمہ! "میرے مال میں سے یہاں جو کچھ تم چاہو مانگ لو مگر میں اللہ کے سامنے تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا"۔ (صحیح بخاری، کتاب الوصایا)

(۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ ﷺ کی شفاعت کا زیادہ ہمدار کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ میں سمجھ چکا تھا کہ تم سے پہلے مجھ سے یہ بات کوئی نہیں پوچھے گا کیونکہ تم کو میری حدیث سننے کا سب سے زیادہ شوق ہے۔ (سن لو کہ) سب سے زیادہ میری شفاعت کا ہمدار وہ ہوگا جس نے خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا۔ (صحیح بخاری، کتاب الرقاق)

قرآن و حدیث کی تعلیمات اس سلسلے میں بالکل واضح ہیں۔ محض زبان سے کلمہ لا الہ الا اللہ ادا کر دینے یا اس کا ورد کرنے سے حق ادا نہیں ہوتا اور نہ اس طرح اس کو پڑھنے والے شفاعت کے ہمدار ہونگے بلکہ یہ کلمہ ایک عہد اور اقرار ہے اور اعلان ہے اس بات کا کہ اللہ وحدہ لا شریک کے علاوہ کوئی الہ نہیں اس کے علاوہ کوئی داتا و مستغیر نہیں، کوئی مشکل کشا اور حاجت روا

نہیں، کوئی غوث اور غوث الاعظم نہیں، کوئی جھولیاں بھر نے والا، قانون ساز اور حاکم مطلق نہیں۔ تمام تر مراسم عبودیت صرف اور صرف اسی کو سزاوار ہیں، اس کا کوئی شریک نہیں۔ جن لوگوں نے اس کلمے کو اس طرح سمجھ کر ادا کرنے کے بعد عملی طور پر اس کا اتھاہنا پورا کیا ہوگا، یعنی پھر اللہ کے علاوہ اوروں کی طرف متوجہ ہو کر نہ تو ان سے کوئی امید رکھی ہوگی، نہ ان کے نام کی نذر و نیاز کی ہوگی اور نہ اپنی مشکلات ہی میں غائبانہ ان کو مدد کیلئے پکارا ہوگا، وہی لوگ صحیح معنوں میں شفاعت کے حقدار ہوں گے۔ ابوہریرہ سے مروی مذکورہ بالا روایت کا بھی دراصل یہی مطلب ہے۔

(۳) نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کے لئے ایک دعا ہوتی ہے جو اللہ کی طرف سے ضروری قبول ہوتی ہے۔ ہر نبی نے جلدی کر کے (دنیا ہی میں) اپنی وہ دعا مانگ لی۔ اور میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے محفوظ کر لیا ہے اور اللہ نے چاہا تو میری شفاعت میری امت میں سے ہر اس شخص کے لئے ہوگی جو اس حالت میں نہ مرا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہو۔ (مسلم: کتاب الایمان)

(۴) عوف بن مالک سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے آنیوالے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے اللہ کی طرف سے میری آدمی امت کے جنت میں داخل کروئے جانے یا شفاعت میں سے کسی ایک کو پسند کرنے کے لئے کہا۔ تو میں نے شفاعت کو پسند کیا، وہی لعن مات لا یشترک باللہ شیعنا۔ اور یہ شفاعت ہر اس شخص کے لئے ہوگی جو اس حال میں مرا ہو کہ اللہ کے ساتھ ذرہ برابر بھی شرک نہ کرتا ہو۔ (مشکوۃ: بحوالہ ترمذی، ابن ماجہ)

پس متحجب ہو جانا چاہئے ان لوگوں کو جو انبیاء علیہم السلام، صالحین اور دوسرے لوگوں کو اللہ کی ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں شریک ٹھہراتے ہیں، مردہ انسانوں کو انکی قبروں میں زندہ سمجھ کر ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔ ان کو پکارنے اور ان کے نام کی نذر و نیاز کرتے ہیں۔ جنہوں نے دین کے اندر طرح طرح کی بدعتیں ایجاد کر رکھی ہیں مثلاً تہجد، دسواں اور چالیسواں، شبِ برات، عید میلاد النبی، گیارہویں اور قبریں یکنی کرنا اور ان کے اوپر مزار اور دربار تعمیر کرنا، یومِ بیدارنش اور برسیاں منانا وغیرہ وغیرہ، جن کا قرآن اور نبی علیہم السلام کی تعلیمات میں کوئی نام و نشان نہیں پایا جاتا، کہ وہ قیامت کے دن اللہ کی رحمت سے دور کرائے جائیں گے اور انہیں اللہ کے نبی ﷺ اور کسی بھی شفاعت کرنے والے کی شفاعت نصیب نہ ہوگی۔

بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث بھی اس پر روشنی ڈالتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے! "سئل ابن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں حوض کوثر پر موجود ہوں گا۔ جو شخص میرے پاس سے گزرے گا وہ پے گا اور جس نے (وہاں سے) پی لیا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ البتہ میرے سامنے کچھ لوگ ایسے وارد ہوں گے کہ میں انہیں پہنچاتا ہوں گا اور وہ مجھے پہنچاتے ہوں گے لیکن میرے اور ان کے درمیان پردہ حائل ہو جائیگا۔۔۔۔۔۔ نعمان ابن ابی عیاش (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے اور وہ اس میں یہ اضافہ کرتے تھے کہ (نبی ﷺ نے فرمایا) "میں کوں گا کہ یہ لوگ مجھ سے ہیں (یعنی میرے امتی ہیں) تو کما جائیگا کہ تم نہیں جانے کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا کیا نئی باتیں ایجاد کی ہیں۔ پس میں کوں گا دور ہوں! دور ہوں! وہ لوگ (مجھ سے اور اللہ کی رحمت سے) جنہوں (باقی صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

مَالِكُمْ لَا تَنْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَالَ

انیس الدین - کراچی

قسط نمبر ۲

شعبہ تحقیق و نظر

قرآن نے لوگوں کی عبرت نکاحی کیلئے گزشتہ اقوام اور مل کے حالات و واقعات سے انسان کی اس عمومی نفسیاتی کمزوری کو واضح کیا ہے کہ وہ اپنے دینی عقائد و نظریات کے معاملہ میں کس قدر اکابر پرست و مقلد واقع ہوا ہے۔ ہر دور میں انسانوں کی اکثریت نے عقیدہ ایمان کی بنیادی دعوت کو سمجھنے کیلئے عقل و شعور کی جگہ عصبیت سے کام لیا ہے۔ اکابرین کی محبت و عقیدت میں غلو پر مبنی یہ مذہبی عصبیت انسانی تاریخ میں شرک کا ایک انتہائی موثر و محرک عامل رہی ہے۔ نوح علیہ السلام سے لیکر اللہ کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر قوم اور امت نے وقت کے انبیاء اور رسولوں کی دعوت کے مقابلے میں اپنے آباؤ اجداد اور اکابرین کی قد آور شخصیات اور ان کے طریقوں کو اپنے باطل عقائد اور گمراہ کن نظریات کے ساتھ چمٹے رہنے کیلئے سند و جواز کے پیش کیا ہے۔

نوح علیہ السلام کی طویل اور جاں نگیں دعوت کے جواب میں قوم کے سردار اور ان کے بیٹوں کی محبت و عقیدت کے مراکز اس دور کے پانچ تن کے ساتھ وابستہ رہے اور ان سے کسی صورت بھی علیحدہ نہ ہونے پر زور دیتے رہے جس کا ذکر ان اولیاء اللہ کے ناموں کے ساتھ سورہ نوح میں کیا گیا ہے۔ **وَقَالُوا لَا تَزِرُكُمُ وَلَا تَزِرُ وَاصُواکُمْ وَلَا یُغَوِّیْکُمْ وَیَعُوْا وَنَسُوا** اور انہوں نے کہا کہ (دیکھنا) اپنے ان معبودوں دو 'سوا'، 'غوث'، 'یعوق' اور 'نسر' کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو ان کے کفر و شرک کی طرف توجہ دلائی اور پوچھا کہ اللہ کے مقابلے میں ان مورتیوں کی کیا حیثیت ہے جن کے تم حلقہ بگوش بنے ہوئے ہو تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ **وَجَنَابُہُمْ نَالِہَا عٰبِدِیْنَ** کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو انہی کی پرستش کرتے ہوئے پایا ہے۔ انسان کی اسی روش کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دعوت حق کے مقابلے میں قوموں کے مذہبی طرز عمل کے طور پر بیان کیا ہے۔ **وَإِنَّا قَالِیْہُمْ اتَّبِعُوا مَا نَزَّلَ اللہُ فَلَا تِلْوَیْہُمْ** کہ جب بھی لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ ہدایت کی پیروی کرو تو ان کی طرف سے یہی جواب آتا ہے کہ ہم اسکی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آپ کو پایا ہے۔ یہاں تک کہ قریش مکہ کے معززین کو بھی ان کے بیٹوں کے خو و ساختہ بت سے معبودوں کے مقابلے میں نبی علیہ السلام کی طرف سے اللہ واحد کی بندگی کی دعوت عجیب محسوس ہوئی لہذا انہوں نے بھی قوم کو یہ ترغیب دی کہ اس دعوت کو چھوڑو اس پر توجہ نہ دو **وَاصْبِرْ وَاعْلَیْہِ التَّحْکِمُ** اور اپنے معبودوں کی بندگی اور پوجا پاٹ پر تے رہو یہ دعوت تو تمہیں کسی اور ہی غرض کیلئے دی جا رہی ہے۔ **سَلْسَعْنَا لَہِیْ فِی الْحِلَہِ الْآخِرَۃِ** یہ بات ہم نے اپنے بیٹوں یا کسی اور سے نہیں سنی۔

انقلاب اسلامی نے شخصیت پرستی کے فتنہ کی بڑکات دی تھی لیکن نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد پھر اس نے سر اٹھایا اور چند صدیاں گزرنے کے بعد ہی باپ و داد کی ریت 'بزرگوں کی محبت' امام اور امام زادوں کی عقیدت اللہ کے مقابلے میں لوگوں کی توجہ کا مرکز بننے لگی اور جلد ہی اس انداز فکر نے اسلامی عقیدہ پر غلبہ حاصل کر لیا۔ بظاہر توحید کی بات کرنے والے اور بزمِ غم خویش غیر مقلد کہلائے جانے والے بھی اپنے اماموں اور اکابرین کی محبت اور عقیدت میں اسی طرح گرفتار اور قرآن و حدیث کی واضح تعلیمات کے مقابلے میں ان کی تقلید پر مجبور نظر آتے ہیں۔ اس کی بہت سی مثالوں میں سے ایک عقیدہ "حیات فی القبر" ہے کہ روح نکل جانے کے بعد سوال و جواب کیلئے اسی قبر کے اندر مردہ جسم کے اندر واپس آجاتی ہے اور اس طرح ہر مرنے والا قبر میں پھر زندہ ہو جاتا ہے۔ یہ عقیدہ قرآن کے نص صریح کے خلاف اور صحیح احادیث کی تکذیب پر مبنی ہے۔ اسے تیسری صدی کے مسند خلق قرآن کے ہیرو "امام" احمد بن حنبل کی سند جواز حاصل

ہے۔ اسی نسبت اور سند بخاری کی وجہ سے امت کی اکثریت نے اسے اپنایا ہے۔ شخصیات کے ساتھ غیر ضروری عقیدت و محبت اور وابستگی کا "حق" تمام مسالک بالخصوص حنابلہ اور مسلک اہلحدیث نے ادا کیا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ احمد بن حنبل کے مذکورہ عقیدہ کی تائید میں قرآن و حدیث میں عدم دلیل کے علی الرغم منکر اور موضوع روایات کے ذریعہ اس کا اثبات کیا جاتا رہا ہے۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ ان منکر اور موضوع روایات کی صحت پر بھی اصرار کیا جا رہا ہے۔ احمد بن حنبل کے عقیدہ کی تائید میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

حتى ينتهوا بها الى السماء الدنيا..... قال فتعاندو وحملوا جسد قياتهم..... لم يها الى الجنة (مسند احمد ص ۲۸ جلد ۲)

ترجمہ۔ (مومن کی روح نکال کر فرشتے آسمان کی طرف جاتے ہیں) یہاں تک کہ جب آسمان دنیا تک پہنچتے ہیں تو اس روح کیلئے دروازے کھلواتے ہیں جو کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اس آسمان کے مقرب فرشتے اس روح کے جلوس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ روح ساتویں آسمان تک پہنچ جاتی ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرے اس بندہ کے اعمال نامے کو طین میں لکھ دو اور اس کو زمین میں واپس لوٹا دو کیونکہ اس کو میں نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ مٹی میں لوٹا دو ٹگا اور پھر مٹی ہی سے اس کو دوسری بار پیدا کروں گا۔ پس اس کی روح اس کے جسد میں لوٹا دی جاتی ہے۔ اور دو فرشتے آتے ہیں۔ اور اس کو بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے وہ کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ جواب دیتا ہے کہ اسلام پھر وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو تمہارے درمیان بھیجا گیا تھا وہ جواب دیتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دونوں فرشتے کہتے ہیں کہ تم نے کیسے جانا جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تہدیق کی۔ اس وقت آسمان سے ندا آتی ہے میرے بندہ نے سچ کہا اس کے لئے جنت پر فرش بچھا دو اور جنت کے لباس اس کو پہنا دو اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ اس روایت کی سند ملاحظہ ہو۔

"حدثنا عبد الله حدثني ابي ثناء ابو معاوية قال ثناء عن الاعمش عن منهل بن عمرو عن زاذان عن براء عن عازب۔"

براء بن عازب سے منسوب یہ روایت زاذان بیان کرتا ہے جسے منہال بن عمرو نے روایت کیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ منہال بن عمرو اور زاذان کے حالات سے آگاہی ہو لیکن مناسب ہو گا کہ قرآن کی محکم آیات کے مقابلے میں پیش کی جانے والی اس روایت کی حیثیت پہلے ذہنی ہی کی الفاظ میں پیش کر دی جائے۔ الذہبی اپنی کتاب "سیر اعلام النبلاء" میں منہال بن عمرو کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

قلت حديثه في شأن القبر بطوله بطوله لم يروى عنه في رواية

ترجمہ۔ "میں کہتا ہوں کہ منہال بن عمرو کی قبر کے معاملہ کے متعلق طویل حدیث میں فراہمیت اور نکارت پائی جاتی ہے جس کو کہ یہ روایت کرتا ہے زاذان سے اور وہ براء بن عازب سے۔"

ذہبی کی جرح سے اس روایت کی حیثیت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ تف ہے ان شخصیت پرستوں پر جو قرآن و حدیث کے خلاف عقیدہ کے دفاع کیلئے ایسے بودے سماروں پر انحصار کرتے ہیں۔ اب ذرا دیکھیں کہ ان راویوں کے بارے میں ماہرین رجال کی آراء کیا ہیں۔

منہال بن عمرو۔ ابو عمرو منہال بن عمرو الکوفی۔

○۔۔۔ شعبہ نے منہال بن عمرو کو عمداً ترک کر دیا اس لئے کہ انہوں نے ان کے گھر سے گالے کی آواز سنی تھی۔

○۔۔۔ حاکم کہتے ہیں کہ منہال بن عمرو کی حیثیت یحییٰ بن سعید گراتے تھے۔

۱۔ احمد بن حنبل فرماتے ہیں "والایمان بملك الموت يقبض الارواح ثم ترد الى الاجساد الى القبور ليسلون عن الايمان والنوحيد" (طبقات حنابلہ ص ۳۳۴ مج ۱)

۲۔ ملاحظہ ہو حبل اللہ شمارہ نمبر ۲۶ ص ۳۳۔

○۔۔۔ جو زبانی نے اپنی کتاب ”الضعفاء“ میں لکھا ہے کہ وہ بد مذہب تھا۔

○۔۔۔ اسی طرح ابن حزم نے اس کی ضعیف کی ہے اور اس کی اس قبر کی آزمائش اور سوال و جواب والی روایت کو ناقابل احتجاج ٹھہرایا ہے۔

(الخرج والتعديل صفحہ ۳۵۷ جلد ۳ قسم اول میزان الاعتدال صفحہ ۱۹۳ جلد ۳، تہذیب التہذیب صفحہ ۳۱۹ جلد ۱۰، سیر اعلام النبلاء صفحہ ۱۸۳ جلد ۵)۔

زازان۔۔۔ ابو عمرو زاذان الکندی الکوفی

○۔۔۔ ”ذکر انه كان خلافاً لحسن الصوت جيداً لضرب بالطنبور يتعاطى فلک ثم نائب علی بد عبد اللہ بن مسعود“۔۔۔ کہا گیا ہے کہ وہ خوش آواز اور عمدہ ظہورہ بجانے والا نوجوان تھا اسی گائے بجانے میں مشغول رہتا تھا پھر عبد اللہ بن مسعود کے ہاتھ پر نائب ہوا۔ (تاریخ ابن عساکر، حلیقات تہذیب الکمال)۔

○۔۔۔ ”احدنا بمن كان اولاً يشرب المسكر ويضرب بالطنبور ليرزقه الله التوبة علی بد عبد اللہ بن مسعود“۔۔۔ وہ تابعین میں سے ہے شروع میں شراب پیتا اور ظہورہ بجاتا تھا پھر اللہ نے عبد اللہ بن مسعود کے ہاتھ پر توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۷ جلد ۹)۔

○۔۔۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے الحکم سے کہا کہ آپ زاذان سے روایت کیوں نہیں لیتے انہوں نے کہا کہ ”کان کثیر الکلام“ (باتیں بہت کرتا ہے)۔

○۔۔۔ ابن حبان لکھتے ہیں ”کان عقی کثیراً“ بہت زیادہ عطا کیا کرتا تھا۔

○۔۔۔ ابو احمد الحکم کہتے ہیں ”لیس بالمتین عند حم“ اہل علم کے نزدیک وہ مضبوط نہیں ہے۔ (تہذیب الکمال صفحہ ۳۳۳ جلد ۹، تہذیب التہذیب صفحہ ۳۰۳ جلد ۳، میزان الاعتدال صفحہ ۳۳ جلد ۲، تہذیب تاریخ ابن عساکر صفحہ ۳۳۳-۳۳۵ جلد ۴، کتاب الضعفاء للعقیلی صفحہ ۹۳-۹۵ جلد نمبر ۲، الکامل صفحہ ۱۰۹ جلد ۲، الثقات لابن حبان صفحہ ۳۶۵-۳۶۶ جلد ۲)۔

ابن حجر تقریب التہذیب صفحہ ۱۰۵ میں زاذان کے متعلق یہ بھی لکھتے ہیں ”الضعفاء (اس میں شیعت ہے) اسی شیعت کا اظہار زاذان نے زیر بحث روایت میں عقیدہ عود روح کو برابن عازب سے غلط طور پر منسوب کر کے کیا ہے اور اہل علم کو معلوم ہے کہ قبر میں مردہ جسم میں روح کے لوٹائے جانے کا باطل عقیدہ شیعہ عقیدہ ہے۔ ملاحظہ کیجئے شریعت جعفریہ کی سب سے زیادہ معتد علیہ کتاب ”الکافی“ طبعی صفحہ ۲۳۹ جلد ۳۔ زاذان کا اپنے مخصوص فاسد عقیدہ کا اظہار ثابت کرتا ہے کہ محدثین کا یہ اصول بالکل صحیح ہے کہ دیگر روایات کا صادق الجمعہ راوی بھی اگر کوئی ایسی روایت لائے جو اس کے اپنے مخصوص بدعتی عقیدہ کی تائید کرتی ہو تو اسے صحیح مذہب کے مقابلے میں رد کر دیا جائے گا۔

والذروی ملقوی بدعة ليرد علی المذهب المختار۔ (نخب الکفر صفحہ ۳۷ ابن حجر)۔

”اور ایسا راوی جو حدیث میں اپنے فاسد عقیدہ کی تائید میں روایت لائے تو اسکی یہ روایت رد کر دی جائے گی اور صحیح مذہب برقرار رکھا جائے گا“۔

اس تمام وضاحت سے معلوم ہوا کہ عقیدہ عود روح کی یہ منکر روایت قرآن و حدیث کے خلاف ہونے کے علاوہ اصول روایت کے معیار پر بھی پوری نہیں اترتی! حتم عمرانی تو یہ ہے کہ احمد بن حنبل کے ساتھ عقیدت و محبت رکھنے والوں نے ان کے عقیدہ عود روح پر جم جانے کے بعد اس کے اثبات کیلئے گمراہ کن اور دور از کار تاویلات کاٹھ رکھنے والا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اس مقصد کیلئے فن دین داری کے ہر حربے کا بے دریغ استعمال کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ زاذان کی مذکورہ بالا روایت کا اثبات جس طرح کیا گیا ہے وہ ملاحظہ ہو!

کیا زاذان شیعہ تھے ؟

ڈاکٹر عثمانی نے زاذان پر شیعیت کا بھی الزام لگایا ہے اور ہم نے الدین الخالص پہلی قسط میں ثابت کیا تھا کہ ان پر شیعیت کا الزام ثابت نہیں ہے، کیونکہ کسی ایک محدث نے بھی ان پر شیعیت کا الزام نہیں لگایا، البتہ صرف حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریباً تہذیب میں یہ بات کہی ہے۔ دراصل حافظ موصوف کی یہ عادت ہے کہ وہ تقریباً ہر جہت اختیار کے ساتھ لکھتے ہیں اس کی وجہ سے وہ تہذیب التہذیب میں اسماء الرجال کے اماموں کے اقوال کے ساتھ کرتے ہیں، مگر یہاں ایسا نہیں ہے یعنی انہوں نے شیعہ کی کوئی بھی وضاحت تہذیب التہذیب میں نہیں کی جس کا صرف لفظوں میں مطلب یہ ہوا کہ یہاں حافظ صاحب سے سہو ہو گیا ہے،

(فتاویٰ الدین ان لیس قسط ۲ ص ۸۴)

اس خام فرمائی کا خلاصہ یہ ہوا کہ زاذان کی شیعیت ثابت نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ ابن حجر عسقلانی کے علاوہ کسی ایک محدث نے بھی ان پر شیعیت کا الزام نہیں لگایا۔ لہذا ابن حجر کا ”فیہ شیعہ“ کہنا ان کی غلطی ہے۔ درج ذیل عبارات سے بھی اس کو ثابت ہو جاتی ہے۔

وقال أبو بشر الدولابي :

فارسیاً من شیعۃ علیہ (اکمال معنی ۲ / الورقہ ۳۱) قال بشار : قد أخرج له الشيعة في كتبهم من رواية عطاء بن سائب عنه (انظر الکافی فی القضاء والأحكام : ۶ ، باب : التواتر ۱۹ حدیث رقم ۱۲ ، والتہذیب : باب من الزیادات فی القضاء والأحكام ، حدیث رقم ۸۰۴)

(فتاویٰ تہذیب الکمال جلد ۳ ص ۲۹۵)

ترجمہ ابو بشر الدولابی (متوفی ۳۱۰ھ) کہتے ہیں کہ زاذان فارسی النسل اور شیعیان علی میں سے تھا۔ (الامال عسقلانی ۲ الورقہ ۳۱) بشار (ڈاکٹر بشار عواد معروف) کہتے ہیں کہ شیعوں نے اپنی کتابوں میں زاذان کی روایات عطاء بن سائب کے واسطے سے درج کی ہیں۔ (اس کے لئے ملاحظہ کیجئے الکافی فی القضاء والأحكام باب التواتر ۱۹ حدیث رقم ۱۲ والتہذیب باب الزیادات فی القضاء والأحكام حدیث رقم ۸۰۴)۔

ابو بشر الدولابی کی زاذان کے متعلق اس رائے کے بعد زاذان کا بیان کردہ وہ واقعہ بھی ملاحظہ ہو جو ان کی شیعیت کو واضح کرتا ہے جس کا حوالہ ڈاکٹر بشار عواد معروف نے دیا ہے۔

عن عبد الله بن أبي شيبه ، عن حريز ، عن عطاء بن السائب ، عن زاذان قال : استودع رجلاً امرأة ودیعة وقال لها : لا تدفعیہا إلی واحد منّا حتی تجتمع عندک ثم اطلقا فغایا فجاء أحدهما إلیها فقال : أعطیني ودیعتي فإنّ صاحبی قد مات فأتت حتی کثر اختلافہ ثم أعطته ، ثم جاء الآخر فقال : هاتي ودیعتي ، فقالت : أخذها صاحبک و ذکر أنّک قدمت فارفعنا إلی عمر فقال لها عمر : ما أراك إلا وقد ضمنت ، فقالت المرأة : اجعل علیّما

بینی و بینہ . فقال عمر : افس بینہما . فقال علیؑ : ہنہ الودیعۃ عندی (۱) وقد
أمرناہا أن لا تدفعہا إلی واحد منکمما حتی تجتمعا عندہا فائتہن . صاحبائہ فلم یضربا
وقال علیؑ : إنما أراد أن یضربا بعال المرأۃ (توڑا نکاح نہ ۳۲۸ - ۳۲۹ - ۳۳۰ ج ۱ - ۲)

ترجمہ۔ زاذان کہتے ہیں کہ دو آدمیوں نے ایک عورت کے پاس ایک امانت رکھوائی اور اس سے کہا کہ جب تک ہم دونوں میرے پاس نہ
آئیں واپس نہ کرنا یہ کہہ کر وہ دونوں چلے گئے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی اس عورت کے پاس آیا اور کہا کہ میرا ساتھی مرچکا ہے لہذا میری
امانت واپس کر دو عورت نے انکار کیا تو ان کے درمیان کافی اختلاف پیدا ہوا آخر کار عورت نے اس شخص کو امانت واپس کر دی۔ اس کے
بعد دوسرا شخص اس عورت کے پاس آکر اپنی امانت کا تقاضا کرنے لگا تو عورت نے کہا کہ تیرا ساتھی امانت لے جا چکا ہے اور اس نے بتایا تھا
کہ تو مرچکا ہے۔ پھر وہ دونوں عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس پہنچے عمر (رضی اللہ عنہ) نے عورت سے کہا اس کی شخص تو ذمہ دار ہے۔ عورت
نے کہا کہ اس شخص اور میرے درمیان علی علیہ السلام کو منصف مقرر کرو دیجئے۔ عمرؓ نے علیؓ سے کہا کہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دو علیؓ
نے کہا کہ میرے نزدیک یہ امانت ہے۔ تم دونوں نے یہ حکم دیا تھا کہ یہ امانت تم سے کسی ایک کو واپس نہ کی جائے یہاں تک کہ تم دونوں
اکٹھے ہو جاؤ۔ بس تم جاؤ اپنے ساتھی کو میرے پاس لیکر آؤ پس علیؓ نے عورت کو ذمہ دار قرار نہ دیا اور کہا ان دونوں آدمیوں نے یہ چاہا تھا کہ
وہ اس عورت کا مال غصب کر لیں۔ (الکافی صفحہ ۳۲۸-۳۲۹ ج ۲، تہذیب الاحکام صفحہ ۶۷۲۹۰)۔

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ بیان کر کے زاذان نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے تدریو محقق کی تنقیص اور علی رضی اللہ عنہ کی
مفضل کا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کی تنقیص کی یہ جہالت شیعہ ہی کا نتیجہ ہے۔ ابو بکر الدولابی اور ابن حجر
کی زاذان کے متعلق شیعہ کی وضاحت سے یہ بات قطعاً ثابت ہوتی ہے کہ ان کی زاذان کے بارے میں یہ رائے تھی ہے نہ کہ سمویا فرو
گذاشت۔

عود روح کی زیر پمٹ روایت کے اثبات کیلئے فن دین واری کا ایک اور مظاہر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

فاسد عقیدہ کی تائید میں روایت

موصوف کو زاذان کے سلسلہ میں حاتم ابن حجر مستقل کی کتاب شرح نخبۃ الفکر سے
ایک اصول ایسا ہاتھ آ گیا ہے جس پر وہ ”دجی الہی“ کی طرح ایلان لائیٹھے ہیں اور اہل دین کو اسی
اصول کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ ایسا راوی جو اپنے فاسد عقیدہ
کی تائید میں روایت لائے رد کر دیا جائے گا یہ مکرر کے بعد یہ جہالت بھی نکلی ہوئی ہے
کہ اس اصول کی صراحت ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی کی ہے جسے موصوف نے
نظر انداز کر دیا، یہ اصول دراصل سب سے پہلے ابواسحاق الجوزجانی نے پیش کیا تھا۔ جس کی
صراحت ابن حجر نے کی ہے۔ ابواسحاق الجوزجانی نامی (فارسی) تھے۔ اور حضرت علیؓ پر
حکم کیا کرتے تھے اور ان کی طبیعت میں حضرت علیؓ سے انحراف پایا جاتا تھا، اور ابواسحاق الجوز
جانی کے بعد ابن قتیبہ نے اس اصول کو پیش کیا ہے مگر وہ محدث نہ تھے، اس لئے اس اصول

کو اصول حدیث کا فیصلہ بنانا موصوفہ ہی کا کمال ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ اتفاق اصول نہیں ہے بلکہ ابن حجر مستقلیٰ کو اس مقام پر فرد گزاشت ہوئی ہے۔

(نوٹ الدین الخالص قسط ص ۸۸-۸۹)

مغالطہ آفرینی کے اس انداز اور مذہبی و مسلکی عصبیت پر جتنی اس طرز تحریر سے عیاں ہے کہ یہ تبصرہ محض باطل عقائد کے دفاع اور گمراہ کن افکار و نظریات کی تائید اور حمایت کا ہی شاخصانہ ہے۔ اصول بہر حال اصول ہے۔ کسی مسلک پرست کے انکار یا تنقید سے اصول کی صحت پر کوئی اثر واقع نہیں ہوتا جبکہ زیر بحث اصول (اگر کوئی بدعتی اپنی بدعت کی تائید میں روایت لائے تو وہ رد کردی جائے گی) کے متعلق یہ دعویٰ بھی قطعاً غلط بلکہ مردود ہے کہ یہ اصول صرف ابو اسحاق جوزجانی، ابن عقیبہ اور ابن حجر رحمی پر انحصار کرتا ہے۔ اس اصول کی تائید میں آئمہ فہم نووی اور سیوطی کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔

وأما المبتدع لما لا يكفر : فقد اختار مالك وابن المبارك رد رواية
الرافضة ، ومن بسب الصحابة والسلف الصالح ، ومن كان مبتدعاً يدعو
الناس إلى بدعته ، ومن عدا هؤلاء فإننا نقبل روايتهم في غير ما يوافق
بدعتهم .

فأما إذا ماروا ما يوافق بدعتهم فلا نقبله ، وصوبه النووي والسيوطي .
قال أبو إسحاق إبراهيم بن يعقوب الجوزجاني شيخ أبي داود والنسائي :
ومن الرواة من هو زائع عن الحق أي السنة ، ولكنه صادق اللهجة فليس
فيه حيلة ، إلا أن يؤخذ من حديثه ما لا يكون منكراً إذا لم يقو به بدعته .
قال ابن حجر : وما قاله أبو إسحاق متجه لأن العدالة التي رد لأجلها
حديث الداعية واردة فيما إذا كان ظاهر المروي يوافق مذهب المبتدع ،
ولو لم يكن داعية .

(نوٹ المصباح فی اصول الحدیث ص ۱۳۳ السید قاسم اندجانی)

ترجمہ۔ "اور ایسا بدعتی راوی جس کی بدعت کفر تک نہیں پہنچتی ہونے امام مالک اور ابن مبارک نے رافضہ اور وہ لوگ جو صحابہ و سلف صالحین پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور جو لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتے ہیں ان کی روایات کو رد کیا ہے۔ اور جو اس کے علاوہ ہیں تو ہم انکی روایتوں کو اس صورت میں قبول کرتے ہیں جبکہ وہ ان کی بدعت کی تائید میں نہ ہوں۔ بہر حال جب روایت اپنی بدعت کی تائید میں روایتیں لائیں تو ہم انہیں قبول نہیں کرتے۔ اور اس اصول کو امام نووی اور سیوطی نے درست قرار دیا ہے۔

ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب جوزجانی استاد ابو داؤد اور نسائی کہتے ہیں کہ بعض راوی حق یعنی سنت سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں لیکن صادق اللہجہ ہوتے ہیں پس جو حدیث انکی منکر نہ ہو اس کو قبول کرنے میں کوئی حذر نہیں جبکہ وہ انکی بدعت کی تائید نہ کرتی ہو۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ جو کچھ ابو اسحاق نے کہا ہے وہ واقعی قائل توجہ ہے۔ کیونکہ ملت جس کے سبب سے داعی بدعت کی حدیث رد کی جاتی ہے وہ اس وقت آتی ہے جب کہ روایت کا ظاہر بدعتی کے مذہب کے موافق ہو چاہے وہ اس کا داعی نہ ہو۔" (مختبرة العکبر)

الدین الخالص کے مصنف نے اس اصول کو غلط ثابت کرنے کیلئے جو ہرزہ سرائی کی ہے وہ "المصباح فی اصول الحدیث" کے پیش کردہ حوالے سے ہی غلط ثابت ہو گئی۔ اس حوالے پر تعلیق کے طور پر اتنا اضافہ مفید ہو گا کہ ابو اسحاق جوزجانی، ابن تیمیہ، ابن حجر، نووی اور سیوطی ہی نے اس پر صاف نہیں کیا ہے بلکہ آخر فن کے جم غفیر نے اس کی تائید اور تصویب کی ہے۔ نتیجتاً لکھری بے شمار شروحات اور علوم الحدیث کے موضوع پر تحریر کی جانے والی کتابیں اس کے لئے ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ علاوہ ازیں ابن حجر اس اصول کو قاتل توجہ قرار دیتے ہوئے علوم اہل سے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ بنا بریں اسکا ابن حجر کی فروگزاشت کس طرح سے قرار دیا جاسکتا ہے؟ اس اصول کے رو کیلئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ "اس کی صراحت سب سے پہلے ابو اسحاق جوزجانی نے کی ہے اور ان میں نصب ہے" یہ بات بھی انتہائی درجہ کی مفید ہے کیونکہ آخر فن کے جم غفیر نے اس اصول کو درست قرار دیکر قبول کر لیا ہے۔ جوزجانی کے نصب کو اس اصول کے رو کیلئے جواز بنانا انتہائی درجہ کی ہٹ دھرمی بلکہ فریب کاری ہے۔ مزید برآں ان کے نصب یا بدعت سے اس اصول حدیث کی صحت پر کیا اثر واقع ہوتا ہے جبکہ اس اصول کا بنیادی مقصد احادیث کو بدعت اور فاسد نظریات کی آمیزش سے محفوظ رکھنا ہے۔ چنانچہ اس اصول کے تحت تو خود ابو اسحاق جوزجانی کی نصب کی تائید میں لائی جانے والے روایت بھی نامقبول قرار دی جائے گی۔

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ حیات فی القبر کے جس باطل عقیدہ کے ذریعہ قبر پرستی کی بنیاد فراہم کی گئی تھی اس کے اثبات میں منکر و موضوع روایات کا انبار لگایا گیا اور پھر ان روایات کی صحت پر بھی اصرار کیا جاتا رہا۔ اسی طرح اس باطل دین کے حامل اکابرین و شخصیات کے دفاع کی کوششوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ احمد بن حنبل کے بعد ان کے متبعین ابن تیمیہ، ابن قیم اور ابن کثیر وغیرہ نے اپنی تصانیف و تالیفات کے ذریعہ اس کا خوب پرچار کیا اور اب تو ہر طرف اس کی دھوم مچی ہے۔ اللہ تعالیٰ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر رحمت فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے کہ انہوں نے سب سے پہلے حیات و سماع فی القبر کا انکار کر کے قبر پرستی کی جڑ کاٹ دی۔ امام ابو حنیفہؒ نے ان کی پیروی کی اور قرآن و حدیث کے مطابق اپنا فیصلہ سنایا۔ پھر امام بخاریؒ نے صحیح احادیث کے ذریعہ اس باطل عقیدہ کا رد کیا۔ مگر ان ظالم شخصیات پرستوں نے خود کو "اتخذوا الجہل وہم ھبلہم ان ھلما من دون اللہ" کا مصداق ثابت کر دیا اور اپنے اکابرین کے مقابلے میں قرآن و حدیث کی ایک نہ مانی۔ قرآن و حدیث کو تاویل کا نشانہ بنایا گیا تاکہ موضوع منکر روایات کی تطبیق و توثیق ہو سکے۔ حد تو یہ ہے کہ شخصیات کی دفاعی کوشش میں ام المؤمنین عائشہؓ جن کا قرآن و حدیث سمجھنے والے صحابہؓ و صحابیاتؓ میں نمایاں مقام ہے ان کو معذور قرار دے دیا۔ اور امام ابو حنیفہؒ اور امام بخاریؒ کے معاملہ میں تو بڑا ہی عجیب و غریب رویہ اور سو قیاس لب و لہجہ اختیار کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

امام ابو حنیفہؒ

ڈاکٹر عثمان کی ٹیم کے دوسرے ممبر امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ اور موصوف نے زور و شور سے

۱۔ یہ بات بھی قاتل غور ہے کہ ابن حجر عسقلانی کو الدین الخالص کے مصنف نے راسخون فی العلم قرار دیا ہے اور ان مسائل میں ان کی بات کو حرف آخر قرار دیتے ہیں (الدین الخالص ص ۵۲ قسط ۲) جبکہ زیر بحث مسئلہ میں انہوں نے ابن حجر کی تصویب کو ان کی فروگزاشت قرار دیا۔ گویا خلاصی کی کوشش کی ہے۔ ہاں محل و لہجہ بایہ گریست!

سنہ امام ابن تیمیہ نے امام احمد کی نصرت میں جو کتاب لکھی ہے (جس کا نام الاعتقاد للامام احمد ہے) اس میں وہ لکھتے ہیں کہ عائشہ صدیقہؓ نے قلیب پدر کے کفار کے سماع کا جو انکار کیا ہے وہ اس میں معذور ہیں کیونکہ وہ اس موقع پر موجود نہ تھیں اور ان کو یہ ارشاد نہیں پہنچا اور دوسرے ان کی طرح معذور نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ مسئلہ ضروریات دین کی طرح معلوم ہو گیا ہے۔ (المفتی الوصیت ۱۳)

دعویٰ کیا ہے کہ وہ امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ پر اسماء الرجال کی کتابوں میں سخت سے سخت جرح موجود ہے۔ اور خود ڈاکٹر عثمانی کی ٹیم کے ایک ممبر یعنی امام بخاریؒ ہی نے ان پر خود بھی جرح کی بخود دوسرے حضرات کی جرح بھی نقل کی ہے ایسا سوا ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ امام ابو حنیفہؒ سے سخت ناراض ہیں اور ان کے حق میں کسی اچھی بات کا اظہار نہیں کرتے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نقل کرتے ہیں:

(فتاویٰ الدین الخالص قسط ۳ ص ۱۶۲)

اس کے بعد الدین الخالص کے مصنف نے یہ "کارنامہ" انجام دیا کہ امام بخاریؒ کی کتب تاریخ سے ابو حنیفہؒ کے متعلق جرح نقل کر دی جو انتہائی متعصبانہ انداز میں غلط بحث کی ناروا کوشش ہے۔ راوی تعصب اور بغض و عناد کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو گا کہ مسلک پرستوں کی تحریروں سے امام ابو حنیفہؒ کے خلاف جرح کا مواد لیکر امام بخاریؒ کی کتابوں کے حوالے سے نقل تو کر دیا مگر اس کی وضاحت جواب میں تحریر شدہ دفتر کے دفتر کو بیکر نظر انداز کر دیا۔ مزید برآں امام بخاریؒ کی کتابوں کے حوالے سے ان کے بارے میں غلط تاثر دینے کی مذموم و فریب کارانہ کوشش کی گئی ہے۔ اس کے تردید جواب کے لئے خود امام بخاریؒ کا اپنا قول ہی کافی ہے جو ان کی امام ابو حنیفہؒ سے ناراضگی بلکہ بغض و عناد کے غلط تاثر کے "خاص مقصد" کے تحت پرچار کرنے کی کوشش پر پانی پھیر دیتا ہے۔ ملاحظہ ہو:-

قال محمد بن أبي حاتم الوراق: سمعته - يعني البخاري - يقول: لا يكون لي خصم في الآخرة، أفقلت: إن بعض الناس يفتنون عليك في كتاب و التاريخ و يقولون: فيه اغتياب الناس، فقال: إنما روي ذلك رواية لم ينفقه من عند أنفسنا، (فتاویٰ سیر اعلام النبلاء ص ۳۲ جلد ۱۳)

ترجمہ: محمد بن ابی حاتم الوراق کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن مجھ سے جھگڑنے والا کوئی نہ ہو گا تو میں نے ان سے کہا کہ بعض لوگ آپ پر ملامت کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی تاریخ کی کتابوں میں لوگوں کی نفیبت بیان کی ہے۔ امام بخاریؒ نے جواب دیا کہ میں نے اپنی کتابوں میں محض روایات نقل کی ہیں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء مقدمہ فتح الباری)

اللہ بھلا کرے امام بخاریؒ کا کہ ان کی اس وضاحت سے ہی الدین الخالص کے مصنف کے استدلال کی عمارت ڈھس جاتی ہے۔ نہ سہ

بعض کج فہموں کا اصرار ہے کہ امام بخاریؒ نے امام ابو حنیفہؒ کو مشرک کہا ہے۔ حالانکہ تاریخ الکبیر میں مذکورہ امام ابو حنیفہؒ کے متعلق قول مند کے ساتھ حماد بن ابی سلیمان سے منسوب ہے۔ ابو حنیفہؒ کے نام کی صراحت کے ساتھ اس کو امام بخاریؒ سے بیان کرنے والا ضرار بن مرد ہے جس کے بارے میں یحییٰ ابن یحییٰ معین کہتے ہیں کہ ذاب ہے "نسائی کہتے ہیں کہ حروک المدیث ہے نسائی یہ بھی کہتے ہیں کہ ثقہ نہیں ہے" حسین بن محمد کہتے ہیں کہ ضرار بن مرد کو ترک کر دیا گیا ہے ابو احمد الحاکم کہتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک وہ پختہ نہیں ہے ڈار قطنی اور ابن قانع کہتے ہیں کہ ضعیف ہے اس کے علاوہ ابن حبان وغیرہ نے بھی اس پر جرح کی ہے۔ اس ضرار بن مرد کے متعلق امام بخاریؒ کا اپنا فیصلہ ہے کہ یہ "مترک" اور "ضعیف" ہے۔ امام ترمذی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ امام بخاریؒ ضرار بن مرد کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (جامع ترمذی حدیث رقم ۸۳۸ میزان الاعتدال صفحہ نمبر ۳۲ جلد نمبر ۲، تنزیہ تصنیف صفحہ نمبر ۳۵۶ جلد نمبر ۳)

اب امام بخاریؒ خود ضرار بن مرد کو "مترک" اور "ضعیف" قرار دیتے ہیں۔ تو یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاریؒ اس کے بیان کردہ قول کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ (حاشیہ سہ ایضاً صفحہ ۱۶۷ خطہ فرمائیں)

اس سلسلہ میں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ موصوف کا امام ابو حنیفہ کے متعلق جرح کے اخذ کا یہ انداز ”نہ فن کے اصولوں کے صریحاً خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو۔“

قلت: کلام الاقران بعضهم فی بعض لا یعبأ، لاسیما إذا لاح لک انه لعناوة او لمنهوب او لحسد، ما یجوز منه الامن عصم الله، وما علمت ان عصرا من الاعصار مسلم اهل من فاک، سوى الانبیاء والصلحین ولو شئت لسردت من فاک کر او بس۔

(میزان الاعتدال ص ۱۱ جلد ۱)

ترجمہ:

الذہبی کہتے ہیں کہ بعض ہم عصر آئمہ کی بعض کے متعلق جرح و قدح لائق توجہ نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ تم پر واضح ہو جائے کہ یہ کلام عداوت مذہبی تعصب یا حسد کی وجہ سے واقع ہو۔ اس سے کوئی محفوظ نہیں رہا سوائے اس کے جسے اللہ نے پچایا اور میری علم کے مطابق کوئی زمانہ ایسا نہیں آیا جس میں آئمہ اس سے بچے ہوں سوائے انبیاء و صدیقین کے اور اگر میں چاہوں تو ان کی ایک دوسرے متعلق اس قسم کی باتوں سے کتابیں مرتب کر دوں۔“

قلت استنق و بحک و سل ربک العاقبة، کلام الاقران بعضهم فی بعض امر عجیب وقع لہ سادۃ، فرحم الله الجميع۔

(سیر اعلام النبلاء ص ۱۱ جلد ۳)

ترجمہ: ”الذہبی کہتے ہیں کہ تجھ پر افسوس ہوش میں آ اور اپنے رب سے عافیت مانگ کیونکہ بعض ہم عصر آئمہ کا بعض کے متعلق کلام عجیب و غریب طرح کا ہوتا ہے۔ اس میں بڑے بڑے آئمہ جھٹلا ہوئے ہیں اللہ سب پر رحم فرمائے۔“

وقال الذہبی والعسقلانی ان قول الاقران بعضهم فی بعض غیر مقبول، لاسیما إذا لاح انه لعناوة او لمنهوب، اذا لحسد لا ینجوز منه الا من عصم الله، تعالیٰ

(جلال العینین فی مہاکمہ الامم ص ۵۲)

ترجمہ: الذہبی اور ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ بعض کے متعلق بعض ہم عصر آئمہ کے اقوال ناقابل قبول ہوتے ہیں خصوصاً جبکہ عیاں ہو کہ یہ اقوال عداوت مذہبی تعصب یا حسد کی بنا پر کہے گئے ہوں۔ اس سے کوئی محفوظ نہیں رہا ہے سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ نے پچایا۔“

اس مضمون کی تفصیل اصول جرح و تعدیل کی کتابوں میں خصوصاً تاج الدین شکی ”قواعد الجرح والتعدیل“ اور ابن عبد البر کی ”جامع بیان العلم“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ جامع بیان العلم باب غم قول العلماء ”بعضہم فی بعض“ میں اس قسم کے بہت سے اقوال کو جمع کیا گیا ہے۔ اس موقع پر یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ اس جرح و قدح یا کلام سے مصنف موصوف کے دعوے کے برخلاف احمد بن حنبل بھی نہیں بچ سکے ہیں۔

كما تکلم بعضهم فی مالک وبعضہم فی الشافعی وبعضہم فی احمد

(جلال العینین ص ۵۲)

ترجمہ: ”اسی طرح بعض نے امام مالک امام شافعی اور امام احمد بن حنبل پر کلام کیا ہے۔“

مصنف موصوف کا دعویٰ ہے!

”جبکہ موصوف امام احمد بن حنبل کے متعلق ایسا لفظ تو کیا کسی محدث کی معمولی جرح بھی نہیں دکھا سکتے۔“

(الدین الخالص ص ۱۲۳ قسط ۲)

بقیہ: حاشیہ ص ۲ صفحہ ۴۲

الدین الخالص کے مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ ”علامہ ذہبی نے تصریح فرمائی ہے کہ امام ابو حنیفہ شیعہ بھی ہیں“ (الدین الخالص ص ۱۲۱ قسط ۳) ظاہر ہے کہ یہ بھی مصنف موصوف کے قریب کاری کی بدترین مثال ہے کیونکہ ذہبی نے خود ہی وضاحت کی ہے کہ یہ میری نہیں بلکہ ابو الفضل سلیمانی کی بات ہے اور اس پر انہوں نے ٹاپنڈیدگی و ناراضگی کا اظہار اس طرح کیا ہے۔ ”لبس ماصنع“ یعنی ابو الفضل سلیمانی نے امام ابو حنیفہ وغیرہ کو شیعہ کہہ کر برا کیا ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۵۸۸ جلد ۲)

یہ دعویٰ بھی گزشتہ دعوؤں کی طرح بے بنیادی محض ہے۔ کتب اسماء رجالی سے معلوم ہوتا ہے کہ حسین بن علی الکراشیی اکتیب صاحب الشافعی نے احمد بن حنبل پر طعن اور کلام کیا ہے۔ "(میزان الاعتدال ص ۳۲۷ جلد ۲ تہذیب التہذیب ص ۳۶ جلد ۲) حسین بن علی الکراشیی امام بخاری کی طرح انسانی افعال و تلفظ بالقرآن مخلوق کے قائل تھے۔ یہ احمد بن حنبل کے موقف کے خلاف تھا وہ تلفظ بالقرآن مخلوق کے مسئلہ میں تشدد سے کام لیتے تھے۔ یہی وجہ سے کہ دونوں نے ایک دوسرے پر طعن کیا ہے۔ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ **فکلان کل واحد منهما بطلن علی صاحبه** یعنی وہ دونوں ایک دوسرے پر قلع و قمع کیا کرتے تھے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ احمد بن حنبل کے پرستاروں نے ان کے دفاع میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ بعض ان کی شہرت یا ظاہری وضع قطع کے اسیر ہوئے ہیں تو بعض نے ان کے عقیدہ و نظریہ کی حمایت کا "حق" ادا کیا ہے۔ حسین بن علی الکراشیی کے "تکلم فی احمد" کی ممکنہ تردید کی گئی ہے۔ حسین بن علی الکراشیی کے موقف کو صحیح تسلیم کرنے والے بھی احمد بن حنبل کے دام فریب میں گرفتار ہوئے ہیں۔ الذہبی نے کراشیی کے موقف کو حق بتلانے کے باوجود احمد بن حنبل کے ساتھ وابستگی کا ثبوت دیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ص ۸۲ جلد ۲)

احمد بن حنبل کی حمایت اور ان کے باطل عقیدہ حیات فی القبر کے اثبات کے لئے جن عالمانہ فریب کاریوں کا سہارا لیا گیا ہے ان میں یہ بھی ہے کہ صحیح بخاری کی بعض احادیث کے غلط معنی کر کے ان کی من مانی تشریح کی گئی ہے کہ جس سے قرآن و حدیث کی تکذیب لازم آتی ہے۔ طاوہ ازہر امام بخاری کی الجامع الصحیح کی تالیف سے نقل کی کتب سے اخذ و استنباط کر کے ان کے متعلق غلط بیانی کے ذریعہ فریب دہی کی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ امام بخاری نے "صحیح" کی تالیف سے نقل عام رواج کے مطابق صحیح اور ضعیف روایات کو مخلوط جمع کیا تھا۔ یہی وجہ سے کہ کسی نے بھی بشمول امام بخاری کے ان کی کئی یا مجموعی صحت کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ صحیح اور ضعیف روایات مخلوط جمع کرنے کے رواج کی وجہ سے اخذ اور عمل میں انتہائی دقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا چنانچہ جب امام بخاری کے استاد اسحاق بن راہویہ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ کوئی شخص صرف صحیح احادیث کی جمع کا کام کرے تو امام بخاری نے الجامع الصحیح کی تالیف کا قصد کیا۔

"ابراہیم بن معقل النسفی يقول قال ابو عبد الله محمد بن اسمعيل البغوی کنا عند اسحق بن راہویہ فقال لوجعتم کتبا مختصر الصحیح سنرسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لوقع فلنک قلبی لاختل جمع الجمع الصحیح۔" (مقدمہ فتح الباری ص ۵) ترجمہ:- "ابراہیم بن معقل نسفی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے بیان کیا کہ ہم لوگ ایک دن اسحاق بن راہویہ کے پاس جمع تھے انہوں نے ہم سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ تم لوگ ایک مختصر مگر صرف صحیح احادیث کی کتاب مرتب کرو۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ استاد کی یہ بات میرے دل میں جڑ پکڑ گئی تو میں نے الجامع الصحیح کی تالیف کی۔"

(مقدمہ فتح الباری تاریخ بغداد طبقات شافعیہ)

بقیہ عسیدۃ شفاعت

نے میرے بعد (دین میں) تبدیلی کی۔" (بخاری، کتاب الرقات)۔

لہذا آج وقت ہے کہ توحید خالص پر ایمان رکھتے ہوئے شرک کے ہر انداز اور تمام قسم کی بدعات سے اپنے آپ کو بچالیں ورنہ اللہ کی مغفرت کے بجائے اس کے غضب اور نبی علیہ السلام کی شفاعت کے بجائے لعنت کے مستحق ٹھہریں گے۔ اللہ اس انجام بد سے بچائے! آمین!

ربنا لا تنزع قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب (آل عمران)

"اے ہمارے رب! جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو پھر اس کے بعد ہمارے دلوں کو کبھی میں جلا نہ کر دے۔"

ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا فرما۔ بیشک تو ہی فیاض عطیعی ہے۔"

شعیب علیہ السلام

محمد آصف خان
کراچی

قرآن میں مختلف مقامات پر شعیب علیہ السلام اور انکی قوم کا تذکرہ ہوا ہے لیکن سورہ الاعراف، ہود اور اشعراء میں ان کے حالات و واقعات کو قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ شعیب علیہ السلام کی بعثت کے سلسلے میں قرآن دو آبادیوں کا ذکر کرتا ہے جنہیں اہل مدین اور اصحاب الایکہ کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے، جیسا کہ فرمایا: **وَالَّذِينَ ظَلَمُوا شُعَيْبًا** اور مدین والوں کی طرف انکے بھائی شعیب کو (رسول بنا کر) بھیجا گیا (الاعراف، ہود، العنکبوت) اور دوسری جگہ فرمایا: **كَذَّبَ اصْحَابُ اَلْاَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ اِذْ قَالَ لَهُمُ شُعَيْبُ الْاَلَتَّقُوا** کہ ”اصحاب الایکہ نے رسولوں کو جھٹلایا جبکہ شعیب علیہ السلام نے ان سے کہا کہ کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں؟“ (الاشعراء۔ ۱۷۶، ۱۷۷)۔

تفاسیر کے اندر اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اہل مدین اور اصحاب الایکہ دو الگ الگ قومیں تھیں یا ایک ہی قوم کے دو مختلف نام تھے۔ بعض محققین نے یہ بھی کہا ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب الایکہ دو قبیلے تھے مگر ایک ہی نسل کی دو شاخیں۔ ان کے مطابق اصحاب مدین کی نسبت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدیان سے ہے جو انکی تیسری بیوی قہوراء کے بطن سے تھے قدیم دستور کے مطابق وہ آبادی جو مدیان بن ابراہیم علیہ السلام کے زیر اثر آئی وہ بنی مدیان کہلائی اور اس علاقے کا نام مدین ہو گیا۔ اصحاب مدین کی آبادی شمال حجاز سے فلسطین کے جنوب تک اور وہاں سے جزیرہ نمائے سینا کے آخر تک بحر قلزم اور خلیج عقبہ کے سواحل تک پھیل گئی اور اسکا صدر مقام مدین شہر تھا۔ بنی قہوراء کی دوسری شاخ شمالی عرب میں تناء اور تبوک کے درمیان آباد ہوئی اور ان کا صدر مقام تبوک تھا جو پرانے زمانے میں ایک کے نام سے مشہور تھا۔ لیکن قرآن کے نفس مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ شعیب علیہ السلام کو جس گروہ انسانی کی اصلاح کیلئے مبعوث فرمایا گیا وہ عقائد اور اعمال کی یکساں خرابیوں میں مبتلا تھا، علاوہ ازیں ایک عربی میں جھاڑی یا جنگل کو کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ مدین کے قریب ایک جنگل بھی تھا، اس وجہ سے یہ بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ اہل مدین ہی کو اصحاب الایکہ بھی کہا جاتا رہا ہے۔

بہر حال قرآن میں اہل مدین یا اصحاب الایکہ کے تعلق سے جو تفصیل بیان ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کے اندر ایمان اور عقیدے کے بگاڑ پر مبنی بنیادی خرابی کے علاوہ تجارتی لین دین میں بددیانتی اور دوسروں کے مال اور حقوق پر دست درازی کی خرابیاں بہت ہی نمایاں طور پر پائی جاتی تھیں، جنگی وجہ سے وہ معاشرہ ایک طرح کے فساد سے دوچار تھا۔ چنانچہ انہی خرابیوں کی اصلاح کیلئے شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

شعیب علیہ السلام کی دعوت

جب شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تو انکی قوم میں اعتقادی خرابیاں بہت پرستی اور مشرکانہ رسوم و عقائد، اللہ کی نافرمانی اور گناہ کا ارتکاب صرف چند افراد تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ پوری قوم اسی گروہ ہلاکت میں گرفتار اور کفر و شرک اور اخلاقی برائیوں میں اسقدر محو و سرمست تھی کہ ان کو لمحہ بھر کیلئے بھی یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں، صریح گمراہی اور اللہ کے غضب کو بھڑکانے والی چیزیں ہیں بلکہ وہ اپنے اس رویے اور طرز عمل کو باعث فخر اور وقت کا عین تقاضا خیال کرتے تھے۔

چنانچہ شعیب علیہ السلام نے انبیاء علیہ السلام کی مشرکہ سنت کے مطابق سب سے پہلے قوم کو عقائد کی اصلاح کی دعوت دی اور کہا کہ ”اے میری قوم کے لوگو! ایک اللہ کی بندگی اختیار کرو، اس وحدہ لاشریک ہستی کے علاوہ اور کوئی تمہارا اللہ اور معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے میری رسالت کی صورت میں واضح دلیل اور رہنمائی آگئی ہے۔ اس لئے تم اس معیار حق پر اپنے عقائد اور اعمال کو پرکھنے کے بعد انکے اندر پائی جانے والی خرابیوں کو دور کرو۔ غیر اللہ کی بندگی کے جو بھی انداز تم نے اختیار کر رکھے ہیں، ان سے کنارہ کش ہو جاؤ اور عقائد کے اندر شرک کی صورت میں اس بنیادی خرابی نے جس حد تک تمہارے اعمال کو پرانہ کیا ہے اور جو جو

مشرکانہ رسوم اور اخلاقی برائیاں ہمارے معاشرے میں رواج پانچکی ہیں انکی اصلاح کرو۔

اہل دین چونکہ ایک اہم تجارتی گذرگاہ پر آباد تھے اس لئے انہوں نے تجارت میں بہت ترقی کی تھی۔ لیکن عقائد کی خرابی کے ساتھ ساتھ ایسی برائیاں بھی ان کے اندر پیدا ہو گئی تھیں جو اپنے رب سے بے نیاز تجارت پیشہ قوموں میں پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔ مثلاً معاملات میں دیانت اور راست بازی کا فقدان زیادہ سے زیادہ نفع کمانے اور وسائل جمع کرنے کی دوڑیں حلال و حرام یا جائز و ناجائز کی تیز سے بے نیازی اور دوسروں کے حقوق پر بلا تامل دست درازی وغیرہ۔ جو درحقیقت عدل و انصاف کے تصور کے ختم ہو جانے اور اللہ تعالیٰ کے قائم بالعدل اور رب ہونے کے عقیدے پر یقین کے معدوم ہو جانے کا نتیجہ ہوتا ہے اور جس کا فساد انسانی زندگی کے ہر پہلو میں بیت کرتا اور پھر مختلف خرابیوں کے صورت میں ظاہر ہوتا ہے تجارت پیشہ قوم ہونے کی وجہ سے اہل دین کے اندر یہ فساد ناپ تول کی خیانت کی شکل میں ظاہر ہوا اور یہ ان کے پورے معاشرے میں شمل طور پر سرایت کئے ہوئے تھا۔

چنانچہ شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو تجارتی لین دین میں دیانتداری اور ناپ تول کو پورا کرنے کی نصیحت کی اور خبردار کیا کہ معاملات میں بددیانتی اور ناپ تول میں کمی کے ذریعے لوگوں کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ اور اللہ کی بندگی میں دوسروں کو شریک ٹھہرا کر اور اسکی مخلوق کے ساتھ اس طرح ظلم و زیادتی کر کے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ جبکہ اسکی اصلاح ہو چکی ہے یعنی تم سے پہلے اولاد آدم میں جب بھی اس طرح کی خرابیاں پیدا ہوئیں اور لوگوں نے صراط مستقیم سے ہٹ کر اللہ کی زمین پر فساد برپا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے ان کو خبردار کیا اور جب انہوں نے رسولوں کی دعوت کی پروا نہیں کی بلکہ ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ کفر و شرک اور قتل و فجور میں مشغول رہے تو پھر عذاب الہی نے انکا صفایا کر کے زمین کو ان سے پاک کر دیا۔ شعیب علیہ السلام نے قوم کو سنبھالنے کی کوشش کی کہ اس طرح جو نظام حقوق و عدل اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء علیہ السلام کی رہنمائی میں انسانیت کیلئے وضع فرمایا ہے تم پھر سے اسکو اپنے عقائد کی گمراہیوں اور اخلاقی بے اعتدالیوں کے ذریعے ورہم برہم نہ کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ زیادہ سنگین جرم ہے کہ اسکی زمین پر ایک طے شدہ معاملے اور بنی ہوئی بات میں پھر بگاڑ پیدا کر دیا جائے۔ فرمایا اگر تم اپنے ایمان کے دعوے میں سچے ہو تو تمہارے لئے اسی کے اندر خیر ہے کہ تم ظلم فساد کی روش کو ترک کر کے اصلاح کی وہ روش اختیار کرو جسکی میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں۔ کبھی ان کو اس انداز سے سمجھایا کہ لوگوں کی حق تلفی کر کے زیادہ کمانے کے بجائے تمہارے لئے اللہ کا بخشا ہوا جائز منافع ہی بہتر ہے اگر تم سچے ایماندار ہو اور میرا کام بس یہ ہے کہ تمہیں نیکی و بدی کے بارے میں اچھی طرح سمجھا دوں۔ آگے تمہیں اختیار ہے چاہے مانویا نہ مانو۔ مجھے تم پر نگران بنا کر نہیں بھیجا گیا ہے۔

شعیب علیہ السلام نے قوم کے سرکشوں کو انکی سرگرمیوں پر خبردار کیا جو وہ لوگوں کو اور خاص کر اہل ایمان کو ہراساں کرنے کیلئے اختیار کئے ہوئے تھے کہ ہر راستے پر رہزن بن کر نہ بیٹھ جاؤ کہ لوگوں کو خوفزدہ کرنے اور ایمان لانے والوں کو اللہ کی راہ سے روکنے لگو اور سیدھی راہ میں کبھی پیدا کرنے کے ورپے ہو جاؤ یعنی لوگوں کو ایمان اور توحید کی صراط مستقیم سے ہٹا کر پھر شرک کی پگڈنڈیوں اور گمراہی کے راستوں پر ڈالنے لگو۔ پھر انہوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد دلانے کہ دیکھو! ایک وقت تھا کہ جب تمہاری حیثیت ایک چھوٹے سے خاندان یا قبیلے کی تھی۔ اللہ نے تمہیں اپنی برکتوں سے نوازا تمہاری تعداد میں اضافہ کیا اور تم ایک قوم بن گئے۔ اسی رب نے تمہیں مادی و ممالک سے بھی نوازا اور آج اسی کے کرم کی وجہ سے تم اسقدر زور آور اور خوشحال ہو۔ اس لئے اس خالق کی نافرمانی سے بچو جس کے سامنے تم کو حساب دینا ہے۔ اس مہربان رب کے ان بے شمار احسانات کا یہ تقاضا ہے کہ تم اسکے ساتھ شکر گذاری کا رویہ اختیار کر کے اسکی نعمتوں کا حق ادا کرو۔ اس نے تمہاری ہدایت اور رہنمائی کیلئے مجھے رسالت کے منصب پر فائز فرمایا ہے اور میں اسی کے حکم سے بے کم و کاست پوری دیانت اور امانت داری کے ساتھ تمہارے سامنے اسکی بندگی کی دعوت پیش کر رہا ہوں۔ لہذا تم اسکی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے میری اطاعت کرو اسی میں تمہارا فائدہ ہے۔

میری قوم! مجھے فقط اللہ کی خوشنودی اور تمہاری خیر خواہی مطلوب ہے اس کے علاوہ میں تم سے کسی اور چیز کا تقاضا نہیں کرتا اور نہ تم سے اس دعوت پر کوئی اجر یا معاوضہ ہی طلب کرتا ہوں بلکہ میں تو خود بھی اس رب کائنات سے اجر کا طالب اور امیدوار ہوں جسکی بندگی

کی طرف متوجہ رہا ہوں اور اس پر میرا توکل اور بھروسہ ہے۔ دیکھو! اللہ کے ساتھ اسکی مخلوق کو شریک ٹھہرا کر اور ناپ تول میں کمی کے ذریعے لوگوں کے حقوق پر دست درازی کر کے اللہ کی زمین پر فساد برپا نہ کرو اور نہ ایسا کرنے والوں کا ساتھ دو۔ بلکہ تاریخ میں ایسے لوگوں کا جو انجام ہوا ہے اس سے عبرت حاصل کرو۔ میری قوم کے لوگو! آج میں تم کو خوش اور آسودہ حال دیکھ رہا ہوں لیکن تمہاری اس مفسدانہ روش کی وجہ سے مجھے تمہارے اوپر اللہ کے عذاب کا ڈر ہے۔

شعیب علیہ السلام کی اس اصولی اور خیر خواہانہ دعوت کے جواب میں انکی قوم نے بھی گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی قوموں جیسا انداز اختیار کیا اور دعوت حق کو بھٹلانے اور اس سے اعراض کیلئے ویسے ہی اعتراضات اٹھائے اور بہانے تراشے۔ مثال کے طور پر:

۱۔ معاشرے کے عام چلن اور روایتی طرز سے ہٹ کر تمہارا یہ انداز دعوت ہمیں بہت ہی عجیب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ کسی نے تم پر ایسا جادو کر دیا ہے جس سے تمہارا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔ اور تم اس طرح کی ہنسی ہنسی باتیں کر رہے ہو۔
۲۔ ہم تمہیں کیسے اللہ کا رسول تسلیم کریں جبکہ تم ہماری طرح ہی کے ایک بشر ہو۔ ہماری طرح زمین پر چلتے پھرتے ہو کھاتے پیتے ہو اور دوسرے انسانی ضروریات کی احتیاج رکھتے ہو۔ نبی ہونے کیلئے ضروری تھا کہ تم فرشتے یا مافوق الفطرت خصوصیات کے حامل ہوتے اور ایسی کسی صورت کی عدم موجودگی میں ہم تو تمہیں محض ایک بھوٹا آدمی سمجھتے ہیں۔

۳۔ اسکے باوجود بھی اگر تمہیں اپنے دعوتی رسالت پر اصرار ہے تو پھر تمہارے اوپر تمہارے انکار کی وجہ سے اللہ کا عذاب آجانا چاہئے تھا۔ لہذا اگر تم واقعی اپنے دعوے میں سچے ہو تو ہم پر کوئی عذاب لاؤ یا آسمان کا ٹکڑا ہی گرادو۔

اور کبھی شعیب علیہ السلام کے دلائل کا کوئی جواب نہ دیا کر انکی دعوت کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے اس طرح کوشش کی گئی۔
اے شعیب! تمہاری صلوٰۃ کی پابندی اور رخصتاری سے ہم تمہیں ایک سنجیدہ اور بھلا آدمی سمجھتے تھے اور یہ توقع رکھتے تھے کہ تم باپ دادا اور قوم کا نام روشن کرو گے لیکن تم نے ہماری توقع کے برعکس ہمارے ماضی اور حال کے معیارات کو الٹ کر رکھ دیا۔ تم نے نہ صرف باپ دادا اور قوم کے اکابرین کے طریقے کو چھوڑ دیا ہے بلکہ انانان پر تنقید کرنا شروع کر دیا ہے۔ کیا تمہاری نماز تمہیں یہی سکھاتی ہے کہ ہم اپنے ان معبودوں کی بندگی سے کنارہ کش ہو جائیں۔ مگر ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں اور کیا ہم کو اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کا اختیار نہیں؟ تمہاری ان باتوں سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ تمہارے نزدیک ہمارے اگلے پچھلے سب بے وقوف اور گمراہ لوگ تھے اور بس تم ہی ایک عقلمند اور راست باز ہو۔

شعیب علیہ السلام نے اپنی دعوت کے جواب میں قوم کی طرف سے اس طرز تحقیر اور مختلف اعتراضات کے باوجود ان کو نرمی اور ہمدردی سے سمجھانے کی کوشش جاری رکھی اور کہا کہ اے برادران قوم! ذرا غور کرو اگر میں اپنے رب کی طرف ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے "جائز معاش اختیار کرنے کی توفیق احسن سے نواز کر" چھار ذریعہ بھی عطا فرمایا ہے تو پھر اسکے بعد میرے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اسکے برخلاف محض باپ دادا اور قوم کے اکابرین کے طریقے کی پیروی کرتے ہوئے تمہاری طرح گمراہی اور حرام خوری کی روش پر چل پڑوں اور تمہارے قومی رنگ میں رنگ جاؤں؟ میرا تم پر کوئی زور نہیں ہے، میں تو بس اللہ کے حکم کے مطابق اپنی استطاعت کی حد تک اصلاح کی کوشش کرنا چاہتا ہوں اور جس بات کی تم کو دعوت دے رہا ہوں خود بھی اس پر عمل پیرا ہوں۔ دیکھو! تم کو غیر اللہ کی بندگی اور کاروبار میں بددیانتی سے روکتا ہوں تو خود بھی سختی سے اس پر کاربند ہوں۔ اور میری اس ساری سعی و جہد اور دعوت الی الحق کا دار و مدار محض اللہ کی توفیق پر ہے "اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں اپنے ہر معاملے میں رجوع کرتا ہوں۔

دوسری طرف قوم کی طرف سے جو عذاب کا مطالبہ ہو رہا تھا اس کے جواب میں ان کو سمجھایا کہ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ میں تم پر کسی قسم کا عذاب لے آؤں یا آسمان کا ٹکڑا تم پر گرادوں۔ یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے اور وہ خود ہی مناسب موقع پر اسکا فیصلہ فرماتا ہے میرا کام تم تک یہ دعوت پہنچانا ہے اور اسی مقصد کیلئے اس نے مجھے منصب رسالت عطا کیا ہے۔ باقی وہ تمہارے حال سے باخبر اور تمہاری ایک ایک چیز کو جاننے والا ہے۔ اگر تمہارے انکار پر اسکی طرف سے ابھی کوئی عذاب نہیں آتا تو شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ تم میں سے ایک گروہ

میری رسالت پر ایمان لایا ہے اور دوسرا (اکثریتی) گروہ جو ایمان نہیں لایا اسکو ملت مل رہی ہے تاکہ اس میں سے کچھ اور لوگ ایمان لے آئیں یا پھر ان پر اتمام حجت ہو جائے۔ اس لئے اس موقع کو قیمت سمجھ کر اصلاح احوال کی طرف توجہ دیا پھر عذاب کے انتظار میں ضد و ہمت دھری پر رہے رہو یہاں تک کہ وہ عادل و منصف اور سب سے بہتر فیصلہ کرنے والی ذات ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔

کبھی ان کو اس طرح سمجھانے کی کوشش کی کہ میری قوم! میری دشمنی یا میرے خلاف تمہاری یہ ضد و ہمت دھری کہیں تمہیں اس حد تک نہ پہنچا دے کہ تم بھی اس عذاب سے دوچار کر دیے جاؤ تو فرح محمود، صلح عظیم السلام کی قوموں پر آیا تھا اور قوم لوط کا واقعہ تو ابھی تازہ ہے جو تمہارے قریب کے زمانے میں پیش آچکا ہے۔ اس لئے اگر دنیا اور آخرت کی خیر چاہتے ہو تو میری بات پر کلن دھرو اور اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو! اپنی موجودہ روش سے باز آکر اللہ کی طرف چلو جو اپنے بندوں پر نہایت مہربان اور ان سے محبت کرنے والا ہے۔

لیکن قوم اللہ کی نافرمانی میں اس حد تک بڑھ چکی تھی اور اپنی دنیا میں اس قدر مگن تھی کہ شعیب علیہ السلام کی ان حکمت بھری باتوں کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا چنانچہ کبھی وہ مذاق کے انداز میں شعیب علیہ السلام سے کہتے کہ اے شعیب! تمہاری زیادہ تر باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں کیوں کہ یہ آج کے دور کے معیار پر پوری نہ اترنے والی 'دور از کار اور نامعقول' قسم کی باتیں ہیں 'جسکا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر ان میں فائدے کی کوئی بات ہوتی تو ہم سے بڑھ کر ان کو سمجھنے والا کون ہو تا؟ اور کبھی دھمکی آمیز طریقے پر شعیب علیہ السلام کو مخاطب کرتے اور کہتے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہمارے درمیان ایک معمولی اور بے زور قسم کے آدمی ہو تمہیں ہم پر کسی قسم کی کوئی فضیلت اور برتری حاصل نہیں۔ بلکہ ہم تمہاری ان گستاخیوں کو تمہارے قبیلے کی وجہ سے برداشت کر رہے ہیں ورنہ اگر ہمیں تمہارے قبیلے کا لحاظ مانع نہ ہوتا تو تم کو سنگسار کر دیتے۔

قوم کے اس طرز عمل پر شعیب علیہ السلام نے ان کو اللہ کے وقار کا احساس دلاتے ہوئے کہا کہ میری قوم! کیا میری برادری تمہارے نزدیک اللہ سے بڑھ کر لحاظ و وقار کے لائق ہے کہ تم نے اس کے مقابلے میں اللہ کو نظر انداز کر دیا۔ یاد رکھو! تم اپنے خالق و مالک اور اس مہربان رب کے ساتھ زیادتی کر رہے ہو جسکی قدرت اور جس کے مواخذے سے تم باہر نہیں ہو۔ وہ اگر تمہاری اس جسارت پر گرفت کرنا چاہے تو اس کے مقابلے میں کوئی نہیں جو تم کو بچا سکے۔ تم نے اسکی اذیت سے غلط اندازہ لگایا ہے۔ بہر حال تم اس زعم باطل میں جو چاہو کرتے رہو۔ میں تمہاری ان دھمکیوں کے باوجود بندگی رب اور اسکی دعوت کے اس طریقے پر قائم رہوں گا لیکن جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون خلاف حق اور جھوٹا ہے اور کس پر ذلت ناک عذاب آتا ہے۔ تم اللہ کی پکڑ میں اٹکیار کی روش پر مبنی رہو! ہم بھی اسکی تائید اور نصرت کا انتظار کرتے ہیں عنقریب ہمارے درمیان فیصلہ ہو جائیگا۔

غرض شعیب علیہ السلام کی قوم نے مختلف طریقوں سے اپنے اس بچے خیر خواہ کی دعوت الی الحق کو روکنے اور ناکام بنانے کی پوری کوشش کی 'کبھی شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو طعنے و تحقیر کا نشانہ بنایا۔ کبھی مختلف قسم کے اعتراضات اٹھا کر بات کو الجھانے اور لوگوں کو ان سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی کبھی ان کو قومی مفاد اور باپ دادا کے طریقے کی اہمیت اور ان کے وقار کا احساس دلا کر دعوت حق سے باز رہنے کی تلقین کی اور کبھی ڈرایا دھمکایا۔ لیکن شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھی ہر طرح کے نامساعد حالات کو انگیز کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں پوری استقامت کے ساتھ ڈٹے ہوئے ہیں تو قوم کے سرداروں نے جو اللہ کے مقابلے میں اپنی بڑائی کے زعم باطل میں مبتلا اور اٹکیار فی الارض کی روش پر گامزن تھے 'شعیب علیہ السلام اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو آخری دھمکی دی اور کہا کہ بہت ہو چکی تمہاری یہ دعوت و تبلیغ اور بہت کچھ سن چکے ہیں ہم اپنے اور اپنے کیا و اہلاد کے خلاف اب اس کے بعد مزید کوئی گستاخی ہم برداشت نہیں کریں گے لہذا قوم کی وسیع تر مفاد کا یہ تقاضا ہے کہ باپ دادا کے طریقے کے خلاف دعوت و تبلیغ کا یہ سلسلہ اب بند کر دیا جائے۔ بلکہ تمہارا ہمارے ساتھ رہنا اب ایک ہی صورت میں ممکن ہے کہ تم اس دعوت سے کنارہ کش ہو کر دوبارہ باپ دادا کے دین یعنی ہماری ملت میں آ جاؤ ورنہ ہم تم سب کو اپنی ہستی سے نکل باہر کریں گے۔ اس موقع پر شعیب علیہ السلام نے اگلی دھمکی کی پروا کئے بغیر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی

طرف سے ایمان باللہ کے سلسلے میں اپنے غیر متزلزل یقین اور عزم کا اعلان کرتے ہوئے ملت کفر سے انتہائی بیزاری کا اظہار کیا اور قوم کے سرداروں سے بر ملا کہا کہ تم ہم کو بستی سے نکال سکتے ہو لیکن ہماری مرضی اور ارادے کے خلاف ہمیں اپنی ملت میں لوٹنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ اس ملت کفر کو اللہ پر جھوٹ پاندھنے سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اللہ کے خلاف جھوٹ گھڑنے والے ہو گئے اگر تمہاری دھمکی سے ڈر کر تمہارے طریقے پر واپس آجائیں۔ جب اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اس لعنت سے نجات دی ہے تو اب ہمارے لئے اللہ کی بندگی کی راہ کو چھوڑ کر تمہاری ملت کی طرف پلٹا کسی طرح بھی ممکن نہیں اور نہ ہمارا کوئی ارادہ ہے، سوائے اسکے کہ اللہ کی مشیت ہی ایسی ہے جو ہر چیز پر غالب ہے۔ اسکی آزمائشوں پر پورا اترنا تو اسی کی عطا کردہ توفیق پر منحصر ہے۔ یہ صرف اسی کو معلوم ہے کہ کس کے لئے کیا مقرر ہے اور کون کس انجام سے دوچار ہونے والا ہے۔ اللہ ہی پر ہمارا توکل اور بھروسہ ہے، اسی نے اس راہ کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی ہے اور اسی سے ہم ہر خیر کی امید رکھتے ہیں لہذا ہماری دعا ہے۔

وَمَا تَجْعَلْ لَّنَا مِن لَّدُنْهُ هَٰذَا بَٰرِعًا
وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنَافِقِينَ (الاحزاب: ۸۶)

”اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے اور تو بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔“

قوم کے سرداروں نے ایک طرف شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو مذکورہ بالا دھمکی دی اور دوسری طرف شعیب علیہ السلام کی طرف سے اس فیصلہ کن اور دو ٹوک جواب کے بعد اپنی دھمکی پر عملدرآمد کیلئے قوم کو شعیب علیہ السلام کے سلسلے میں یکجا ہونے اور یکساں موقف اختیار کرنے کیلئے ابھارا اور کہا کہ یاد رکھو! اگر تم نے شعیب کی پیروی کی اور اس سے پیچھا نہ چھڑایا تو تم بہت ہی خسارے میں رہو گے۔ گویا کہ اپنی قوم کو یہ یاد کر رہے ہوں کہ شعیب ہیں باپ دادا کے طریقے سے نکال کر جس ایمان اور راست بازی کی دعوت دے رہا ہے اور جن اخلاقی اصولوں کی پابندی کرنا چاہتا ہے، اگر ہم نے مان کر ان پر عمل کرنا شروع کر دیا تو ہم دشمنی طور پر جاہ ہو جائیں گے۔ اگر ہم تجارت میں ایمانداری کے ساتھ کمرے سودے کرنے لگے تو ہماری تجارت کیسے پار آور ہوگی اور ہم جو دنیا کی تجارتی شاہراہوں کے چوراہے پر پہنچتے ہیں، اگر ہم نے قافلوں کو چھینڑنا اور ان سے بھستہ وصول کرنا بند کر دیا اور ہم دیندارانہ شرافت اختیار کر کے بے ضرر اور پرامن لوگ بن کر رہ گئے تو جو معاشی اور سیاسی فوائد ہمیں ان موجودہ حیثیت میں حاصل ہیں وہ سب ختم ہو جائیں گے اور گرد و نواح کے قوموں اور قبائل میں ہمارا جو وقار قائم ہے وہ باقی نہ رہے گا۔

قرآن کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ طرز عمل صرف شعیب علیہ السلام کی قوم اور ان کے سرداروں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ہر دور کی نا فرمان قوموں اور ان کے سرکش سرداروں اور رہنماؤں نے حق کو اپنانے اور دیانت و راست روی کا انداز اختیار کرنے میں ہمیشہ ایسے ہی خطرات محسوس کئے اور اسی طرح کے خدشات کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ یہ بات آج ہماری پاکستانی قوم پر بھی اسی طرح صادق آتی ہے، جس نے کبھی نمونہ لگایا تھا کہ ”پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ“ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ملک پاکستان عطا فرمایا تو اسکی مجالس دستور سازی میں دنوں اس بات پر بحث ہوتی رہی کہ بسم اللہ کا انگریزی ترجمہ کیا کیا جائے؟ اور ”In the name of Allah“ جو صحیح ترجمہ ہے، کے ضمن میں اس خدشے کا اظہار کیا گیا کہ اس سے غیر مسلم دنیا ناراض ہو جائے گی اس لئے ہمیں ”بسم اللہ کا ترجمہ ”In the name of God“ کرنا چاہئے۔ چنانچہ (یہاں تفصیل میں جانے کا موقع نہیں) ان کے ماہر پرستانہ انداز نے ان کے عقائد اور اعمال کو تلپٹ کر ڈالا اور پھر اللہ کا عذاب اس شکل میں آیا کہ قومی تزلزل کے بعد ملک کا ایک بازو ہی کٹ گیا اور اسکے بعد مختلف قسم کے خطرات ہیں جو بقیہ حصے پر منڈھلا رہے ہیں۔ لیکن یہ قوم، قرآن و حدیث کی واضح تعلیمات کی موجودگی اور ان پر ایمان کے دعوؤں کے علی الرغم، جہاں اپنے عقائد کی خرابیوں کی اصلاح کیلئے محض اپنے بزرگوں اور اکابرین کی اندھی محبت و عقیدت اور اپنے اپنے گروہی و مسلکی تعصبات کی وجہ سے تیار نہیں ہوتی وہاں پر اپنی اخلاقی خرابیوں کو دور کرنے کے سلسلے میں بھی اس طرح مجبور رہے بس نظر آتی ہے۔

چنانچہ سود جیسی لعنتی چیز کو چھوڑنے کے خلاف، اس قوم کے لیڈر، دانشور اور ماہرین ملک کی اعلیٰ شرعی عدالت کے فیصلے اور وضاحت کے باوجود ملکی معیشت کے تعلق سے، اسی طرح کے خطرات و خدشات کا اظہار فرما رہے ہیں۔ ظاہر ہے سودی لین دین پر مبنی رائج

الوقت نظام کا متبادل راستہ و تحقیقی طور پر شخص ہونے کے باوجود ملک کیلئے اجتماعی طور پر پروقاہ و فائدہ مند سہی مگر قوم کے ان رہنماؤں اور انہی کی قیادت کے دوسرے لوگوں کیلئے 'جنگی زندگیوں اور فرائض اور حرام خوریوں کی عادی ہو چکی ہیں' یقیناً نقصان دہ اور خطرات سے پر ہے کیونکہ سودی لین دین پر مبنی معیشت کو ترک کرنے سے محض ان کے مفادات پر شدید قسم کے زور پڑنے کا اندیشہ ہے اور یہاں ان کے مفادات ہی بد قسمتی سے قومی اور ملکی مفادات ہو کر رہ گئے ہیں۔

بہر حال شعیب علیہ السلام کے ہر طرح سمجھانے کے باوجود بھی جب انکی قوم کی اکثریت نے بات نہ مانی اور اصلاح احوال کے بجائے دعوت حق کے مقابلے میں جاہلانہ ضد اور ہٹ دھرمی پر جمنا اختیار کرنے کے بعد اپنے اس خیر خواہ و پیغمبر اور ان کے ایماندار ساتھیوں کے اس طرح درپے آزار ہو گئی تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق اس قوم پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ کیا اور شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچالیا۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا۔ **وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجِّنَا شُعَيْبًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةِ مِنَّا** اخذت الذین ظلموا الصیحة فاصبحوا لی دیلوہم جثمان ○ **كَلَّا لَمْ يَغْنَوْا لَهَا** (ہود: ۹۳-۹۵) "اور جب ہمارے فیصلے کا وقت آیا (جس کے لئے وہ جلدی پھا رہے تھے) تو ہم نے شعیب اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور ظالموں کو ایک سخت دھماکے نے اس طرح پکڑا کہ وہ اپنی بستیوں میں بے سدھ "اونڈھے پڑے کے پڑے رہ گئے گویا وہ کبھی ان میں بسے ہی نہ تھے۔"

کہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے جاہ کن انجام کا غش اس طرح کھینچا ہے: **لَا غَنَیَ لَہُمُ الرِّجْلَہُ فاصبحوا لی دیلوہم جثمان ○ الذین کنو شعیبا کلن لم یغنوا لہا الذین کنو شعیبا کلنوا ہم الخسرون ○ لتولی عنہم وقل یقوم لقد یغفکم رسل ربی ونصحت لکم فکیف اس علی قوم کفرین ○ (الاعراف: ۹۳-۹۵)** "پس ان کو ایک دہلا دینے والی آفت نے آکھڑا جس سے وہ اپنے گھروں میں اونڈھے پڑے رہ گئے، جنہوں نے شعیب کو بھٹکایا وہ ایسے مٹے کہ گویا کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے۔ شعیب کے بھٹلانے والے آخر کار برباد ہو کر رہے۔ اور شعیب ان کی بستیوں سے یہ کہہ کر نکل گیا کہ اے میری قوم! میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچانے اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ اب (تم ایسی) حق سے انکار کرنے والی قوم پر میں کیسے افسوس کروں؟" یعنی اسکے باوجود بھی اگر تم حق کا انکار کر کے اپنی بربادی پر ادھار کھائے بیٹھے ہو تو اب میرے لئے تمہارے اس انجام پر ترس کھانے کا کیا موقع باقی رہا۔

کبھی فرمایا۔ ترجمہ۔ "انہوں نے شعیب کو (اسکے ہر طرح سے سمجھانے کے باوجود بھٹکایا) پس ان کو سائنان (غبار آلود آندھی اور دھماکہ خیز طوفان) کے عذاب نے پکڑ لیا۔ بلاشبہ وہ بڑے (بسی خوفناک) دن کا عذاب تھا۔ بلکہ اس میں (دنیا والوں کیلئے) عبرت ہے اور ان کی اکثریت مانتے والی نہیں تھی۔"

اس طرح یہ قوم اس المناک انجام کو پہنچی جس سے شعیب علیہ السلام اس کو ڈرایا کرتے تھے اور جس کیلئے یہ طغیہ طور پر ان سے مطالبہ کر رہی تھی۔ چنانچہ وہ دنیا بھی اپنے جملہ مفادات اور دلقری و رعینہ سمیت اٹکے ہاتھ سے گئی جس کے حصول کیلئے یہ اپنے سربراہ کی نافرمانی پر کمر بستہ ہو کر اسکی پکڑ سے بے پراہ ہو گئے تھے۔ اس کے برعکس اللہ کا عذاب سے وہی خوش نصیب بچے جنہوں نے اسکی فرما برداری میں اپنی دنیا کو داؤوں پر لگایا اور دنیا والوں کے طغی و تحقیر آمیز سلوک کو محض اپنے مالک کی خوشنودی کیلئے برداشت کیا۔ اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو ہمارے لئے عبرت کا سامان بنائے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم محض دنیا ظلمی کی دوڑ میں مست ہو کر آخرت کے خسارہ سے دوچار ہو جائیں۔ آمین۔

قافلہ ہے رواں دواں

ترتیب: سلمان عبداللہ کراچی
رپورٹ: سید شمس
حصہ اول: دورہ حیدر آباد کشمیر

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ دین خالص کی دعوت کے سلسلے میں اسکی توفیق سے جو شیعہ توحید اسکے مخلص بندے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے بیس چوبیس برس قبل کراچی کے ساحل سے روشن کی تھی اللہ ہی کی تائید و نصرت سے اسکی روشنی ملک کے طول و عرض میں دور و دراز علاقوں تک پھیل رہی ہے اور چراغ سے چراغ جلانے کی اس مبارک جدوجہد میں دعوت کے ساتھی مساجد و مراکز کی صورت میں باقاعدہ ایک نظم کے ساتھ منسلک ہو کر اجتماعی طور پر یا انفرادی حیثیت میں جیسے بھی حالات ہوں حسب توفیق کوشاں و برسر کار ہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ اندرون ملک دعوتی مراکز اور ان کے گرد و نواح میں مقیم سرگرم عمل ساتھیوں سے رابطہ و ملاقات کرنے اور وہاں پر تبلیغی و تربیتی اجتماعات کے ذریعے دعوتی سرگرمیوں کو مزید منظم کرنے کیلئے مرکزی و صوبائی سطح پر دوروں کے پروگرام بھی اس اجتماعی کاوش کا باقاعدہ حصہ ہیں۔

چنانچہ امیر جماعت کے مذکورہ بالا دورے کا پروگرام بھی کچھ اسی انداز سے ترتیب دیا گیا تھا کہ اس کے ذریعے ان دور و دراز علاقوں میں رہنے والے راہ حق کے ساتھیوں سے ملاقات و رابطہ ہو ہر علاقے میں ہونے والی دعوتی سرگرمیوں ان کے مسائل اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات سے آگاہی حاصل ہو۔ مقامی و صوبائی سطح پر ان کے حل کیلئے اور دوسرے تنظیمی امور پر مشاورت کی جائے اور اسکے ساتھ ساتھ مرکزی مقامات پر ہونے والے اجتماعات میں دعوت و تبلیغ کے علاوہ ہلکے پھلکے تربیتی پروگرام بھی رکھے جائیں تاکہ ساتھیوں میں اس اہم ترین دینی ذمہ داری سے عمدہ برآہونے کیلئے علمی اور عملی سطح پر تیاری کا شعور و احساس مزید اجاگر ہو۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات سے ان کے اخلاق اور سیرت و کردار کے اندر بالیدگی و پختگی پیدا ہو جو دعوت کے میدان میں ان کیلئے مزید مدد و معاون ثابت ہو۔

اس دورے کا آغاز صوبہ سرحد کے مرکز خوشگئی پایاں سے ہوا۔ جس میں شرکت کیلئے کراچی سے دو قافلہ رواں ہوئے۔ ایک مقابلہ بڑا (چالیس افراد پر مشتمل) قافلہ کراچی کے بزرگ ساتھی شیخ محمد اکبر صاحب کی امارت میں ۲۹ اپریل ۱۹۹۳ء کو بذریعہ ٹرین روانہ ہو کر ۳۰ اپریل کی شام کو خوشگئی پہنچ گیا تھا۔ جبکہ دوسرا (نودس افراد پر مشتمل) مختصر قافلہ اسی روز صلوٰۃ الفجر کے بعد امیر تنظیم کے ہمراہ کراچی کے ساتھی عبدالرؤف صاحب کی گاڑی سے روانہ ہوا اور رات ترمذہ ضلع رحیم یار خان میں حکیم محمد رمضان صاحب امیر صوبہ پنجاب کے ہاں گزارنے کے بعد اگلے روز صبح ان کو اور مقامی ساتھی نیاز اللہ صاحب کو ساتھ لیتے ہوئے ترمذہ سے روانہ ہو کر براستہ ڈیرہ اسماعیل خان بنوں کوہاٹ دورہ آدم خیل اور نوشہرہ حکیم مئی کی صبح خوشگئی پہنچا۔ روڈ کے اس سفر اور پھر پورے دورے کے طویل سفر کے دوران گاڑی کی ڈرائیونگ کی ذمہ داری (جو یقیناً بہت ہی مشقت طلب اور تھکا دینے والا کام ہے) مرکزی شورنی کے رکن اور کراچی کے ساتھی محمد افضل صاحب نے بلا شرکت غیرے سنبھالے رکھی۔ اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں ان کی اس مشقت کو قبول فرمائے اور مزید ہمت اور استقامت سے نوازے۔ آمین۔

یکم جولائی کو جمعہ کا دن تھا۔ مسجد توحید خوشگئی پایاں میں پورے دن کا پروگرام تھا۔ چنانچہ اشراق و ناشتے کے بعد طے شدہ وقت کے مطابق ٹھیک ساڑھے سات بجے اصول تجوید کی تعلیم سے اسکا آغاز ہوا۔ امیر تنظیم کے فرزند تحسین خالد صاحب نے جو اسلام آباد سے خوشگئی کے پروگرام میں شرکت کیلئے آئے تھے۔ شرکاء کو حروف حقی کے صحیح مخارج بتائے اور تجوید کے چیدہ چیدہ اصول سمجھائے اور

پھر ان اصولوں کی روشنی میں قرأت قرآن کی مشق بھی کرائی۔ اس دوران امیر عظیم نے بھی انکی مدد کی اور ساتھیوں کو تجویز کے اصولوں کے تحت مخارج اور تلفظ صحت کے ساتھ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرنے کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی اور اپنے اپنے سطحوں میں باہم ملکر یا انفرادی طور پر اس سلسلے میں بھرپور کوشش کی تلقین فرمائی۔

اس کے بعد حکیم محمد رمضان صاحب امیر صوبہ پنجاب کی تقریر ہوئی۔ انکی تقریر کا موضوع سورۃ البقرہ کی آیت (نمبر ۲۸۳) ہم حسبہم ان تداخلوا الجنة تھی

انہوں نے قرآن و حدیث کے حوالوں سے مزین لوح علیہ السلام سے لیکر آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دور تک راہ حق میں پیش آنے والی آزمائشوں اور اہل ایمان کی قربانیوں پر محیط جذبات کو گرمادینے والے واقعات کو اختصار سے مگر بڑی جامعیت کے ساتھ پیش کیا اور ساتھیوں کو اس حوالے سے احساس دلایا کہ آج ہم نے بھی اللہ کی توفیق سے اس کلمے کو قبول کیا ہے ایمان کے اقرار کے ساتھ طاغوت سے اجتناب اور اس سے برات و بیزاری کا اعلان کیا ہے۔ جسکو دنیا والوں نے کبھی ٹھنڈے پتھوں برداشت نہیں کیا۔ اس لئے ہمیں سب انکاری کی روش کو ترک کر کے تعلق باللہ کی طرف خلوص سے توجہ دینی چاہئے۔ کیونکہ ایمان لانے کے بعد اس کا تقاضا پورا کرنا بڑا مشکل اور ہمت وری کا کام ہے۔ جنت کی قیمت معمولی نہیں۔ حکیم صاحب کی تقریر دس بیجے کے قریب ختم ہوئی جس کے بعد شورنی کی میٹنگ صلوۃ الجہد کی تیاری اور طعام کیلئے وقفہ ہوا۔

صلوۃ الجہد سے قبل مرکزی شورنی کے رکن اور کراچی کی ساتھی محمدی گل صاحب نے خطاب کیا جبکہ خطبہ و صلوۃ الجہد کی ادائیگی امیر عظیم کی ناست میں ہوئی۔ صلوۃ الجہد کی بعد امیر عظیم نے مختصر خطاب کے ساتھ سوالات کے جواب دئے۔ صلوۃ العصر کے بعد سے مغرب تک تعارفی نشست ہوئی جس میں ہر ساتھی نے کھڑے ہو کر مختصر تعارف پیش کیا۔

خوشگئی میں ہونے والا یہ ایک روزہ پروگرام کراچی کے ساتھی محمد اعظم خان صاحب کی تقریر پر اختتام پذیر ہوا جو صلوۃ العشاء کے بعد ہوئی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں ساتھیوں کو سورۃ آل عمران کی آیت ”کنتم بحور امتہ اخروحت للناس“ کے حوالے سے قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مبنی شہادت حق کی اہم ترین دینی ذمہ داری کا احساس دلایا اور اس سے کماحقہ عہدہ برآں ہونے کیلئے کمر ہمت کئے اور قرآن و حدیث کی تعلیمات سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ اگلے روز ۲ مئی کو صبح بعد صلوۃ الفجر چھان کالونی کراچی کے ساتھی شرافت اللہ صاحب نے پشتون زبان میں درس قرآن دیا اور بعد ازاں اشراق و ناشتہ سے فارغ ہو کر ۸ بیجے کے قریب ساتھی پھر دو قافلوں کی صورت میں شوخندہ (تحصیل مٹ ضلع سوات) کیلئے روانہ ہو گئے۔ بڑا قافلہ جس میں خوشگئی کے پروگرام میں شامل ہونے والے پنجاب و سرحد کے کچھ اور ساتھی بھی شامل ہو گئے تھے۔ بذریعہ بس اور پھوٹا قافلہ کراچی سے آنوالی گاڑی کے ذریعہ جو مردانہ ڈرمی ٹالا کنڈہ ایجنسی بٹ خیل اور یسنگورہ (سوات) سے ہوتے ہوئے صلوۃ العصر سے قبل مسجد توحید شوخندہ پہنچ گئے۔

مسجد توحید شوخندہ میں صلوۃ العصر ادا کرنے کے بعد ساتھیوں نے باہمی ملاقات و تعارف کے ساتھ ساتھ آرام بھی کیا۔ کراچی کے اکثر ساتھی وقتے سے قائمہ اٹھاتے ہوئے چہ پال گڑھی کی مسجد توحید کی طرف چلے گئے جو شوخندہ سے تھوڑے فاصلے پر تحریک کے پرانے ساتھی رضا خان صاحب کے گھر کے ساتھ انہی کی زمین میں واقع ہے اور جہاں کبھی (۱۹۸۵ء میں) ڈاکٹر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان کے آخری عشرے میں احکاف کیا تھا لیکن احکاف کے دوران ہی ان کو آس پاس کے مولوی صاحبان کے احتجاج پر مقامی انتظامیہ نے حالت احکاف سے اٹھا کر سوات بدر کر دیا تھا۔ پھر صلوۃ المغرب کے بعد مقامی حالات و معاملات پر غور کرنے کیلئے شورنی کی میٹنگ ہوئی کھانے اور صلوۃ العشاء سے فارغ ہو کر نوبتے شب محمدی گل صاحب نے پشتو میں تقریر کی جس کو بڑی توجہ سے سنا گیا۔ بعد ازاں امیر عظیم اور صوبہ سرحد کے امیر عمر خطاب صاحب نے اردو اور پشتو میں حاضرین کے سوالوں کے جواب دیئے۔

اگلے دن ۳ مئی کو صبح صلوۃ الفجر کے بعد امیر عظیم نے ممبر و استقامت کے موضوع پر درس قرآن و حدیث دیا۔ اشراق و ناشتہ کے

وقت کے بعد ترجیحی پروگرام شروع ہوا۔ جس میں ابتداً اصول حدیث کے بارے میں بنیادی باتیں بتائیں گئیں اور پھر بخاری کے باب "تسویۃ الصلوف" میں سے چند احادیث کا مطالعہ کرایا گیا جس کو تحصیل کابل کے ساتھی سلطان روم صاحب نے جو سوات کے ایک کالج میں ٹیچر ہیں حاضرین کی سہولت کیلئے پشتو میں دہرایا۔ اس کے بعد تجوید کے بنیادی اصولوں کے بارے میں تعلیم دی گئی جس کے اختتام پر کھوکھار کراچی کے ساتھی یعقوب علی صاحب نے فقہ انکار حدیث کے موضوع پر مختصر مگر مدلل اور جامع تقریر کی اور شرکاء کو بتایا کہ یہ کوئی نیا نہیں بلکہ ایک پرانا فقہ ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے معزلیوں نے عقل کی بنیاد پر حدیث کا انکار کیا جبکہ آج کے منکرین حدیث بظاہر قرآن کی پیروی کا دامن بچھا کر بکھتا حدیث بلکہ منصب رسالت ہی کا انکار کر دیتے ہیں حالانکہ احادیث کا انکار قرآنی تعلیمات پر عمل کو ناممکن بنا دیتا ہے اور اس کے بعد قرآنی آیات کی من مانی تشریحات و تاویلات کا دروازہ کھل جاتا ہے جس کے ذریعے انسان لادینیت، سوشلزم اور کمیونزم کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے منکرین حدیث کے دلائل کے پودے پن اور ان میں پائے جانے والے تضادات کی بھی کچھ مثالیں پیش کیں جن کو دلچسپی کے ساتھ سنا گیا۔

یعقوب علی صاحب کی تقریر کے بعد باہمی تعارف کی نشست ہوئی۔ جس میں زیادہ تر ساتھیوں نے اختصار کے ساتھ اپنا اپنا تعارف کرایا تاہم کچھ ساتھیوں نے اپنے تجربات کو قدرے تفصیل سے بھی بیان کیا۔ جن میں ش کے ساتھی محمد اقبال صاحب نمایاں تھے جو مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد اسی تحریک سے آشنا و منسلک ہوئے تھے اور پھر ان کو آغاز ہی میں مناظروں و مجاہدوں کی صورت میں کئی مصائب و دشواریوں سے ہٹکار ہونا پڑا لیکن بفضل و توفیق الہی یہ مشکلات ان کی یکسوئی اور اس راہ میں استقامت کا باعث بنیں۔ باہمی تعارف کی اس نشست میں قریب ہی کے ایک گاؤں گڑھی کے بزرگ ساتھی سلطنت خان بھی تشریف فرما تھے جو ۱۹۸۶ء میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کے آخری دورے کے موقع پر سرخ موڑی میں مقامی مولوی صاحبان کے اشتعال دلانے پر وہاں کے لوگوں کی طرف سے ہونے والے حملے میں سب سے زیادہ زخمی ہوئے تھے۔ تعارف کرانے والوں میں بیاکن کے نعمت اللہ صاحب بھی تھے جو پہلے مولوی تھے لیکن اللہ نے توفیق بخشی اور دین فروشی کے مولویانہ فعل سے تائب ہو کر اس تحریک کے ساتھی بنے۔ انہی میں فیصل آباد کے محمد زید صاحب بھی شامل تھے جو مختلف فرقوں اور مسالک کی سیاحی کرنے کے بعد اس دعوت سے آشنا ہوئے اور بات کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے فیصل آباد کے ناظم محمد رفیق صاحب کے ساتھ اس دورے میں شرکت کیلئے تشریف لائے تھے۔ مالک نے ایسے ہی مخلص حلاشیان حق کو راہ دکھانے کا وعدہ فرمایا ہے وَالَّذِينَ جَاءُوا الْإِسْلَامَ مِنْهُمْ سَبُلًا (العنکبوت : ۵۹) اللہ کا شکر ہے کہ اسی نے اپنے اس بندے کو بات سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق بخشی اور اس کا احسان ہے کہ آج محمد زید صاحب اس تحریک کے مخلص اور یکسو ساتھی ہیں۔

تعارفی نشست کے ساتھ ہی شوخ ذہ کا پروگرام اختتام کو پہنچا۔ اس کے بعد ساتھیوں نے کھانا کھایا اور پھر صلوٰۃ الطہور ادا کر کے اسی طرح دو قافلوں کی صورت میں کتیاڑی کیلئے روانہ ہوئے۔ بڑا قافلہ بس کے ذریعے شرافت اللہ صاحب کی امارات میں روانہ ہوا اور تحصیل کابل میں دعوت الی اللہ کا پروگرام کرتے ہوئے مغرب سے قبل مسجد توحید کتیاڑی تحصیل چکندہ ضلع دیر پہنچ گیا۔ جبکہ دوسرا مختصر قافلہ امیر عظیم کے ساتھ کلاوٹ میں مقامی ناظم کی طرف سے مسجد توحید کیلئے وقف کردہ پلاٹ کو دیکھنے کے بعد سید و شریف میں کلاوٹ کے ساتھی بخت نوشیرواں صاحب سے ان کی الیہ کی مزاج پر سی کرتے ہوئے جو مقامی جنرل اسپتال میں زیر علاج تھی براستہ میٹکورہ مغرب کے بعد کتیاڑی پہنچا۔ جہاں مسافر ساتھیوں نے صلوٰۃ المغرب ادا کی۔ پھر کھانے اور صلوٰۃ العشاء سے فارغ ہونے کے بعد مسجد توحید کتیاڑی میں عمری گل نے پشتو میں دعوتی طرز پر طویل تقریر کی جس کو بڑی توجہ اور دلچسپی سے سنا گیا۔ بعد ازاں صوبہ سرحد کے امیر عمر خطاب نے پشتو میں سوالوں کے جواب دیئے۔ کتیاڑی صوبہ سرحد کا ایک بڑا مرکز ہے۔ یہاں کی مسجد توحید سائز کے اعتبار سے صوبے کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ یہاں کے ناظم چراغ زمین صاحب ضلع دیر اور سوات کے بھی ناظم ہیں۔

۴ مئی کی صبح بعد صلوٰۃ الفجر امیر عظیم نے درس حدیث دیا۔ پھر اشراق و ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد شورائی کی میٹنگ ہوئی جس کے منہ بعد تعارفی نشست ہوئی پھر ترجیحی پروگرام شروع ہوا۔ جس میں سب سے پہلے کراچی کے یعقوب علی صاحب نے تجوید کے چند

بنیادی اصول سمجھائے اور ان کی روشنی میں سورۃ الفاتحہ اور آخری پارے کی چند سورتیں پڑھ کر ساتھیوں سے مشق کرائی۔ پھر امیر تنظیم نے مشلوٰۃ کی کتاب الصلوٰۃ سے منتخب احادیث کا مطالعہ کرایا۔ جس کے بعد لاہور کے ساتھی ضرار لطیف صاحب نے "اجتماعیت کے تقاضے" کے موضوع پر تقریر کی۔ جس میں انہوں نے ایمان قبول کرنے کے بعد اجتماعیت کے قیام کی ضرورت و اہمیت کو واضح کیا اور ساتھیوں کو احساس دلایا کہ اللہ کے دین کی دعوت اٹھانے کیلئے قائم کی گئی اس اجتماعیت کو برقرار رکھنے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم کتاب و سنت کی تعینات پر عمل پیرا ہوں۔ نظم و ضبط کا لحاظ رکھیں۔ اپنے دلوں میں ایک دوسرے کیلئے محبت و اخوت اور ایثار کے جذبات کو اجاگر کریں۔ محض اللہ سے اجر کی امید رکھتے ہوئے بے نفسی سے اللہ کے دین کی خدمت میں لگے رہیں اور صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگیوں سے تضادات کو دور کریں۔

اس کے بعد چونکہ کتیاڑی سے نزدیک ہی شعبان نامی گاؤں سے ہو کر گڑھی عثمان خیل (درگئی) کی طرف روانگی کا پروگرام تھا۔ اس لئے ساتھیوں نے جلدی جلدی کھانا کھایا پھر کتیاڑی سے شعبان پہنچے۔ وہاں پر مسجد توحید میں صلوٰۃ الطہرہ ادا کی۔ بعد ازاں محمدی گل صاحب نے سورہ البقرہ کی آیات **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا اللَّهَ الَّذِي خَلَقَكُمْ**..... کے حوالے سے پشتون زبان میں مختصر تقریر کی۔ اسی دوران شعبان کے ساتھیوں نے چائے کا انتظام کر لیا تھا۔ تقریر کے بعد ساتھیوں نے چائے پی۔ اس کے بعد ایک مقامی ساتھی کی عیادت کی جو کچھ روز سے بیمار تھے اور کتیاڑی کے پروگرام میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ شعبان کے ساتھیوں نے امیر تنظیم سے درخواست کی کہ آئندہ وہاں ایک دن کا پروگرام رکھا جائے۔

اس طرح شعبان میں مختصر قیام کے بعد ساتھی پھر دو قافلوں کی صورت میں تقریباً بیچ گڑھی عثمان خیل کیلئے روانہ ہوئے اور ریٹ غیلہ مالکنڈ اور درگئی سے ہوتے ہوئے چھ بجے کے قریب گڑھی عثمان خیل پہنچے۔ مسجد توحید گڑھی عثمان خیل میں پہنچتے ہی ساتھیوں نے وضو کیا اور صلوٰۃ العصر ادا کی۔ صلوٰۃ المغرب کے بعد باہمی تعارف کا پروگرام ہوا۔ بعد ازاں کھانا اور پھر صلوٰۃ العشاء کے بعد محمدی گل صاحب کی پشتو میں تقریر ہوئی۔ تقریر کے اختتام پر عمر خطاب صاحب نے سوالوں کے جواب دیئے۔

گڑھی عثمان خیل میں وہاں کے ناظم نیاز اللہ صاحب کے خاندان سے تعلق رکھنے والے ہتھیار بند نوجوانوں بزرگوں اور دوسرے ساتھیوں نے صوبہ سرحد کی روایتی مسلمان نوازی کا حق ادا کیا۔ ۵ مئی کو صبح صلوٰۃ الفجر کے بعد کراچی کے ساتھی شرافت اللہ صاحب نے پشتو میں درس قرآن دیا۔ بعد ازاں اشراق و ناشتے سے فارغ ہو کر شورینی کی میٹنگ ہوئی جس کے دوران امیر تنظیم نے مقامی ناظم کو نوجوان ساتھیوں اور بچوں کی تعلیم و تربیت اور بعض دیگر امور سے متعلق ہدایت کی۔

اس کے بعد مختصر ترقیتی پروگرام ہوا جس میں پہلے تجوید کے بنیادی اصولوں کی تعلیم دی گئی اور پھر کچھ ساتھیوں کو دعوت الی اللہ کی تقاریر کی مشق کرائی گئی۔ جس کے اختتام پر امیر تنظیم نے مشقی تقاریر میں حصہ لینے والوں کو اس سلسلے میں ضروری ہدایات دیں اور ان کو اپنی تقاریر مزید بہتر و موثر بنانے کیلئے رہنمائی فراہم کی۔

پروگرام کے آخر میں بعض سوالات کے سلسلے میں محمدی گل صاحب نے پشتو میں تفصیلاً وضاحت کی اور پھر امیر تنظیم نے بطور اختتامی کلمات ساتھیوں کو اس دورے کے پروگرام کے سرورق پر دی گئی سورہ آل عمران کی آیت **كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ**..... کے حوالے سے ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا اور انہیں اپنی زندگیوں کو قرآن و حدیث کے معیار پر استوار کرنے اور ان کے اندر سے تضاد اور دورشی کے پہلوؤں کو دور کرنے کی تلقین فرمائی۔

صلوٰۃ الطہرہ اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد تقریباً سب بیچ ساتھی دو تین گاڑیوں میں سوار ہو کر خیرانوکے پیرسہدی ضلع موہان کی طرف روانہ ہوئے اور ساڑھے چار بجے مسجد توحید خیرانوکے پہنچے۔ خیرانوکے میں صلوٰۃ العشاء تک وقفہ تھا اس وقفے اور مسجد کے ساتھ ہی بننے والی پانی کی ضرورت فائدہ اٹھاتے ہوئے ساتھیوں نے غسل کے علاوہ سفر میں میلے ہونے والے کپڑے بھی دھو لئے۔ صلوٰۃ العشاء کے بعد پروگرام کے مطابق محمدی گل صاحب کی پشتو میں تقریر ہوئی اور پھر عمر خطاب صاحب نے سوالات کے جواب دیئے۔

اگلے دن یعنی ۳ مئی کو صبح صلوٰۃ الفجر کے بعد کتیاڑی کے بزرگ ساتھی چراغ زمین صاحب نے پشتو میں درس قرآن دیا۔ پھر اشراق وناشتے کے بعد باہمی تعارف کی نشست ہوئی اور آخر میں باجہ باغیل کی طرف روانگی سے قبل شورنی کی میٹنگ ہوئی جس میں مقامی سطح کے مختلف امور پر غور کیا گیا اور امیر تنظیم نے یہاں کے ناظم رضا خان صاحب کو ضروری ہدایات دیں۔

خبر انوکھے سے صبح ساڑھے دس بجے روانہ ہو کر ساتھی ساڑھے بارہ بجے باجہ پنچے۔ کھانے اور صلوٰۃ الظہر سے فارغ ہونے کے بعد ساتھیوں نے آرام کیا۔ جبکہ صلوٰۃ العصر سے قبل شورنی کی میٹنگ ہوئی جس میں ضلع مردان کے ناظم عطا الرحمن صاحب، باجہ کے ناظم ملک کریم صاحب اور ان کی شورنی کے دیگر ارکان نے شرکت کی۔ صلوٰۃ العصر کے بعد باہمی تعارف کی نشست ہوئی۔ صلوٰۃ المغرب کے بعد امیر تنظیم نے کنتھم خیر امدت اخراجت للعلیہ..... الخ کے حوالے سے تقریر کی اور دعوت دین کی اجتماعی ذمہ داری کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے ساتھیوں کو اس سے کماحقہ عمدہ برآں ہونے کیلئے اس کا صحیح معنوں میں تقاضا پورا کرنے کی تلقین کی۔ کھانے اور صلوٰۃ العشاء کے بعد محمدی گل صاحب کی پشتو میں تقریر ہوئی جس کے اختتام پر عمر خطاب صاحب نے سوالوں کے جواب دیے۔

۷ مئی کو صبح بعد صلوٰۃ الفجر شرافت اللہ صاحب نے پشتو میں درس قرآن دیا۔ اسی دوران امیر تنظیم کے ہمراہ کچھ ساتھی ایبٹ آباد کیلئے روانہ ہوئے۔ جبکہ ساتھیوں کا بڑا قافلہ درس وناشتے کے بعد راولپنڈی کے امیر محمد علی صاحب کی امارت میں توڈیرہ کے قریب کراچی کے ساتھی غنی گل صاحب کے گاؤں بیکا کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں دعوت الی اللہ کا پروگرام کرتے ہوئے یہ قافلہ اسی روز شام کو راولپنڈی پہنچ گیا۔ امیر تنظیم کے ساتھ جانے والا مختصر قافلہ محمدی گل صاحب کے گاؤں گندف اور گدون میں مختصر قیام کے بعد براستہ تربیلا، حسن ابدال، دن کو ایک بجے کے قریب تحریک کے پرانے ساتھی احمد خان صاحب کے ہاں ایبٹ آباد پہنچا جہاں مقامی ناظم ابرار صاحب اور دیگر ساتھیوں کے علاوہ گوجر خان (راولپنڈی) کے ساتھی سجاد احمد صاحب بھی موجود تھے جو آج کل ملازمت کے سلسلے میں ایبٹ آباد میں ہی مقیم ہیں۔ ایبٹ آباد کے محلہ چناکاری کی ایک مسجد میں صلوٰۃ الظہر کے بعد امیر تنظیم کا خطاب ہوا۔ پھر سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ جس کے اختتام پر مقامی ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھایا اور صلوٰۃ العصر ادا کرنے کے بعد سجاد احمد صاحب کو ساتھ لیتے ہوئے راولپنڈی کی طرف روانہ ہوئے۔ اس طرح ایبٹ آباد میں مختصر پروگرام کر کے یہ قافلہ رات آٹھ بجے کے قریب مسجد توحید راولپنڈی پہنچ گیا۔ جہاں سرحد کی طرف سے آنے والے ساتھیوں کے علاوہ راولپنڈی اور پنجاب کے دوسرے علاقوں سے آنے والے بہت سے ساتھی پہلے سے موجود تھے۔ راولپنڈی پہنچنے پر ایبٹ آباد سے آنے والے مسافر ساتھیوں نے پہلے مغرب کی صلوٰۃ ادا کی۔ پھر مقامی ساتھیوں کے ساتھ صلوٰۃ العشاء ادا کی گئی۔ بعد ازاں طعام سے فارغ ہونے کے بعد مختلف علاقوں سے آنے والے ساتھیوں کے درمیان ملاقات باہمی تعارف اور بات چیت کا سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔

۸ مئی کو صبح صلوٰۃ الفجر کے بعد تحریک کے پرانے ساتھی اور مرکزی شورنی کے رکن بدر الزماں صدیقی صاحب نے درس قرآن دیا۔ پھر اشراق اور وناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر شورنی کی میٹنگ ہوئی اور باقی ساتھیوں کو آرام اور صلوٰۃ الجمعہ کی تیاری کے لئے وقفہ دیا گیا۔ جمعہ سے قبل محمدی گل صاحب نے خطاب کیا جبکہ خطبہ اور صلوٰۃ الجمعہ کی امامت کے فرائض امیر تنظیم نے ادا کئے۔ صلوٰۃ الجمعہ اور کھانے کے بعد راولا کوٹ (آزاد کشمیر) جانے والے ساتھی ایک بس اور کراچی سے آنے والی گاڑی کے ذریعے روانہ ہوئے جو ساڑھے نو بجے شب مسجد توحید راولا کوٹ پہنچے جہاں انہوں نے صلوٰۃ العشاء ادا کی اور پھر کھانا کھانے کے بعد سو گئے۔

۹ مئی کو صبح صلوٰۃ الفجر کے بعد امیر تنظیم نے درس قرآن و حدیث دیا۔ پھر اشراق وناشتے کے وقفے کے بعد تربیتی پروگرام ہوا جو اصول تجوید کی تدریس و قرأت القرآن اور مطالعہ حدیث پر مشتمل تھا۔ گیاؤتساؤ بابا فیجی دن باہمی تعارف کی نشست ہوئی جس کے بعد طعام و صلوٰۃ الظہر کیلئے وقفہ ہوا۔ بعد صلوٰۃ الظہر تا عصر راولا کوٹ بازار میں دعوت الی اللہ کا پروگرام تھا جو بارش ہو جانے کی وجہ سے نہیں ہو سکا تاہم اس دوران مسجد کے ایک حصے میں ناظم طلبا پاکستان خالد محمود بخاری صاحب اور مقامی ناظم اورنگ زیب صاحب کی نگرانی میں طالب علم ساتھیوں کی نشست ہوئی جس میں باہمی تبادلہ خیال کے علاوہ تعلیمی اداروں میں دعوت کے کام کو بڑھانے کے سلسلے میں غور کیا گیا۔

بعد صلوٰۃ العصر محمدی گل صاحب سورۃ یونس کے دوسرے رکوع کی آیات کے حوالے سے دعوتی طرز پر تقریر کی جو مغرب تک جاری رہی اور جس کو بڑی توجہ اور دلچسپی کے ساتھ سنا گیا۔ صلوٰۃ المغرب کے بعد سورۃ الحجرات کے حوالے سے "اہل ایمان کے درمیان باہمی تعلقات" کے موضوع پر سرحد کے امیر ڈاکٹر عمر خطاب صاحب نے تقریر کی جو دراصل تربیتی پروگرام کا حصہ تھی لیکن اس کے دوران نہیں ہو سکی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے بڑے موثر انداز میں ایمان کی بنیاد پر قائم ہونے والی اجتماعیت کے غنائے کے طور پر مومنین کے درمیان باہمی تعلقات کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے ساتھیوں کو اس سلسلے میں قرآن و حدیث کی تعلیمات اور صحابہ کرام کی پیروی کی طرف توجہ دلائی۔ بعد ازاں امیر عظیم نے سوالوں کے جواب دیے اور پھر صلوٰۃ العشاء اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد شورنی کی میٹنگ ہوئی۔ اگلے روز یعنی ۲۳ مئی کو صبح صلوٰۃ الفجر کے بعد امیر عظیم نے سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی آیات پر مشتمل درس قرآن دیا۔ پھر اشراق و ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد کراچی کے ساتھیوں کی اکثریت اور صوبہ سرحد، راولپنڈی اور پنجاب کے دوسرے علاقوں سے آنے والے ساتھی محمدی گل صاحب کی امارت میں واپس راولپنڈی روانہ ہوئے جہاں رات گزرنے کے بعد دوسرے دن مقامی ساتھیوں کے ساتھ مل کر راولپنڈی شہر میں دعوت الی اللہ کا پروگرام کرتے ہوئے سب اپنے اپنے شہروں اور علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ جبکہ دوسرے چند ساتھی امیر عظیم کے ہمراہ دوسری گاڑی پر راولا کوٹ سے (براہ راست بلوچ و کوئٹہ) میرپور آزاد کشمیر کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ مختصر قافلہ چار بجے کے قریب میرپور پہنچا۔ جہاں مقامی ساتھیوں کے ساتھ ملاقات، مختصر قیام صلوٰۃ العصر کے بعد امیر عظیم نے سورۃ ق کے آخری رکوع کی آیات پر مشتمل درس قرآن دیا اور پھر چند مقامی ساتھیوں کو ساتھ لے کر دھندڑ (تحصیل مہمہر) کی طرف روانہ ہوئے رات آٹھ بجے مسجد توحید دھندڑ پہنچے۔ دھندڑ پہنچنے کے بعد مقامی ساتھیوں کے ساتھ پہلے صلوٰۃ العشاء ادا کی گئی پھر کھانے کے بعد مسجد توحید دھندڑ میں ڈاکٹر عمر خطاب صاحب نے سورۃ یونس کے آخری رکوع کے حوالے سے تقریر کی۔ جس کے بعد امیر عظیم نے سوالوں کے جواب دیے اور یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہا۔

۱ مئی کو صبح صلوٰۃ الفجر کے بعد کراچی کے ساتھی محمد اعظم صاحب نے سورۃ آل عمران کی آیت "وسلو عواہی مغلوۃ من یدکم وجنتہ عرضھا السموت والارض....." کے حوالے سے درس قرآن دیا۔ پھر اشراق و ناشتے کے بعد مقامی شورنی کی میٹنگ ہوئی۔ اسی دوران قریب کے ایک گاؤں (لادھیاں) سے آنے والے کچھ نئے افراد سے بھی ملاقات ہوئی جو دعوتی لٹریچر کے مطالعے سے متاثر ہو کر تشریف لائے تھے۔ عمر خطاب صاحب نے تحصیل کے ساتھ ان کے سامنے بات رکھی اور مزید تحقیق کی دعوت دی۔

اس کے بعد ہتمورانی کی طرف روانگی ہوئی جو دھندڑ سے تھوڑے فاصلے پر واقع ہمارا دوسرا مرکز ہے۔ دس بجے کے قریب مسجد توحید ہتمورانی پہنچے۔ جہاں پر کراچی کے ساتھی محمد افضل صاحب نے سورۃ الروم کے چوتھے رکوع کی آخری آیات کے حوالے سے تقریر کی اس کے بعد امیر عظیم نے سوالوں کے جواب دیے۔ پھر مقامی ساتھیوں کے ساتھ دن کا کھانا کھایا اور صلوٰۃ الطہور ادا کی۔ بعد ازاں شورنی کی میٹنگ ہوئی جس کے اختتام پر دھندڑ کی طرف واپس ہوئی اور پھر مسجد توحید دھندڑ میں صلوٰۃ العصر ادا کرنے کے بعد براہ راست کوئٹہ "گجرات" لاہور کی طرف روانگی ہوئی۔

یاد رہے کہ تحصیل مہمہر (آزاد کشمیر) میں واقع مذکورہ بالا مراکز کے ناظم صوبیدار (رٹائرڈ) محمد افضل بٹ صاحب ہیں۔ جو دھندڑ کی مسجد توحید کے قریب ہی رہائش پذیر ہیں۔ آج سے چند سال قبل انہی کے جواں سال فرزند شوکت بٹ مرحوم کے ذریعے دعوت یہاں پر تحارف ہوئی اور پھر جلد ہی دھندڑ اور بالخصوص ہتمورانی میں بہت سے تخلص ساتھی بنے جنہوں نے سب سے پہلے ہتمورانی میں مسجد توحید قائم کی جو یہاں کے بزرگ ساتھی احمد دین صاحب کے گھر کے بالکل قریب واقع ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد دھندڑ میں بھی مسجد توحید تعمیر ہوئی اور اب الحمد للہ! دونوں مراکز میں باقاعدہ صلوٰۃ الجمعہ کا اہتمام ہوتا ہے۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے حق کے حلاشی اپنے ان بندوں کو توفیق بخشی جو غلوں کے ساتھ انکی راہ میں آگے بڑھ رہے ہیں بالک ان کو مزید بہت توفیق اور اپنی راہ میں استقامت سے نوازے۔ آمین!

شوکت بٹ مرحوم ایک مقامی ہائی اسکول میں سینئر ٹیچر ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے شریف النفس اور متقی انسان تھے۔ دھندڑ، ہتھوڑائی کے اس دورے کے دو تین ماہ بعد ایک رات بجلی کا شاک لگنے سے اچانک وفات پا گئے۔ (اللہ و اللہ راجعون) اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور انجام کار اپنی لازوال جنتوں میں داخل فرمائے، ان کے ماں باپ اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین! سارے ایماندار ساتھیوں سے شوکت بٹ مرحوم اور ان کے ماں باپ اور بیوی بچوں کیلئے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

دھندڑ اور ہتھوڑائی اس دورے کے آخری مقامات تھے۔ یہاں سے واپسی پر امیر تنظیم کراچی کے چند ساتھیوں کے ہمراہ ۱۱ مئی کو مغرب کے بعد مسجد توحید لاہور پہنچے۔ جہاں صلوٰۃ العشاء کے بعد مختصر پروگرام ہوا۔ رات مسجد توحید لاہور میں قیام کے بعد اگلے روز صلوٰۃ الفجر ادا کرتے ہیں ڈھیر کی (سندھ) کی طرف روانہ ہوئے جہاں ایک خصوصی پروگرام طے ہو گیا تھا۔ ڈھیر کی کے پروگرام کے بعد امیر تنظیم نے کراچی کے ساتھیوں کو الوداع کیا اور خود واپس کبیر والہ ضلع خانیوال چلے آئے جہاں پر پنجاب شوری کی میٹنگ میں شرکت کے بعد پھر کراچی روانہ ہوئے۔

(حصہ دوم)

کل پاکستان تربیتی اجتماع برائے ناظمین

و کذلک جعلکم امتوسطا تکنونوا شهداء علی الناس و ینکون الرسول علیکم شہیدا ○ (البقرہ : ۱۴۳)
قرآن مجید کی درج بالا آیت اہل ایمان پر شہادت حق کی ذمہ داری کو واضح کرتی ہے۔ غالباً اسی نسبت سے اس آیت کو کل پاکستان ناظمین کے تربیتی اجتماع کے پروگرام کا عنوان بنایا گیا تاکہ شرکاء اجتماع پروگرام کی غرض و غایت اور اہمیت کو اس اہم ترین ذمہ داری کی روشنی میں محسوس کریں اور اسی احساس کے پیش نظر پروگرام سے بھرپور استفادے کی کوشش کریں۔

یہ اجتماع ۱۳ تا ۱۵ جولائی ۱۹۹۲ء مسجد توحید رفاہ عام سوسائٹی کراچی میں منعقد ہوا۔ اس سے ایک روز قبل اسی مسجد میں طلبہ کا سالانہ اجتماع زیر نگرانی خالد محمود بخاری (ناظم طلبہ پاکستان) منعقد ہوا۔ جس میں نہ صرف کراچی کے طلبہ نے بلکہ ملک کے دوسرے حصوں سے آنے والے طلبہ نمائندوں اور ناظمین کی ایک بڑی تعداد نے بھی شرکت کی۔ طلبہ کے اس پروگرام میں کراچی سے بخت زادہ صاحب اور خالد عزیز نے اور لاہور سے ضرار لطیف بٹ نے بالترتیب ”مہیوم آخرت“، ”اطاعت امیر“ اور ”موجودہ فرقے قرآن و حدیث کی کسوٹی پر“ کے عنوانات پر مدلل اور پراثر تقاریر کیں۔ اس کے علاوہ قرآن و حدیث اور تنظیم کے لٹریچر پر مشتمل معلوماتی نوعیت کا تحریری امتحان بھی ہوا جس میں بہت سے نوجوان طلبہ نے حصہ لیا۔ اس امتحان میں گلڑہٹ (کبیر والہ) کے محمد ظفر نے پہلی، سرگودھا کے ظفر اقبال نے دوسری اور کراچی کے صابر علی نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ اس کے ساتھ ہی ”نئے بچوں کی لٹکار“ کے عنوان سے تقاریر اور تلاوت قرآن پر مشتمل ایک پروگرام ہوا جس میں رفاہ عام سوسائٹی اور کیمائری کے چھوٹے بچوں نے حصہ لیا۔ جن میں رفاہ عام کے عظیم احسان، زاہد جمال اور راشد جمال اپنی پراہتمام اور مدلل تقاریر کے سلسلے میں نمایاں رہے جبکہ رفاہ عام کے عادل عزیز اور کیمائری کے ایک بچے نے اچھی تلاوت کی۔ طلبہ کے اس پروگرام میں امیر تنظیم سے سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی اور آخر میں خالد محمود بخاری کے اختتامی کلمات پر یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ ناظم طلبہ پاکستان نے بچوں کی تعلیم و تربیت کے تعلق سے گھروں میں دینی ماحول پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

ناظمین کے تربیتی اجتماع میں شرکت کیلئے آنے والے ساتھیوں کے قافلے ۱۸ جولائی سے ہی پانچنا شروع ہو گئے تھے۔ اس طرح ۱۳ جولائی کی رات تک ناظمین کی ایک بڑے تعداد مسجد توحید رفاہ عام سوسائٹی میں پہنچ چکی تھی۔ عنوانات کے اعتبار سے پروگرام کی تقسیم درج ذیل تھی۔

۱۔ دروس و مطالعہ قرآن و حدیث ۲۔ عربی زبان اور اصول تجوید القرآن کی تعلیم ۳۔ موضوعاتی تقاریر ۴۔ باہمی تعارف
مسائل و جواب اور دعوت الی اللہ وغیرہ۔

اجتماع کے پہلے روز (۳ جولائی کو) صبح صلوٰۃ النجر کے بعد پنجاب کے امیر حکیم محمد رمضان نے سورہ العنکبوت کی ابتدائی آیات بحسب النلس ان یترکوا ان یقولوا استاواہم لا یفتنون..... کے حوالے سے درس قرآن دیا جس میں انہوں نے قرآن وحدیث اور صحابہ کرامؓ کے واقعات کی روشنی میں اہل ایمان کو راہ حق میں پیش آنے والی مشکلات اور آزمائشوں کا خلاصہ بیان کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے بلالؓ بن رباحؓ، خبابؓ بن ارتؓ، خاندانؓ یا سرؓ سعد بن ابی وقاصؓ اور مصعب بن عمیرؓ کا خصوصی طور پر ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ایمان لانے کے بعد کفر و شرک کے خلاف ڈٹ جانے والے لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ دراصل ایمان لانا یا اس کا دعویٰ کرنا بہت آسان ہے لیکن اس کا تقاضا پورا کرتے ہوئے اس پر قائم رہنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابیؓ کو مختصر ترین فصیحیت اس طرح فرمائی۔ قل امت اللہ ثم استقم (کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر جم جاؤ)

چنانچہ یہی صحابہ کرام جب ایمان لانے کے بعد آزمائشوں کی بھٹیوں سے گزر کر کندن بنے تو ان کو وہ مقام اور درجہ عطا کیا گیا کہ آنے والی نسلوں کیلئے ان کو قابل تقلید مثال کے طور پر قرآن میں ذکر کیا گیا۔

لأن استواہم لا یفتنون (البقرة ۱۷۷)

حکیم صاحب کے ایمان افروز درس کے بعد صلوٰۃ الاشراف اور ناشتے کے لئے وقفہ ہوا۔ پھر تقریباً ساڑھے سات بجے صبح امیر عظیم نے اپنے افتتاحی کلمات میں قرآن کی آیت و کفالتک جعلکم امتاً وسطاً..... (البقرة ۱۴۳) کے حوالے سے شرکاء اجتماع کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرتے ہوئے اجتماع کی غرض وغایت بیان فرمائی۔ انہوں نے آیت مذکورہ کے پس منظر میں بنی اسرائیل کی تاریخ کا مختصر جائزہ لیتے ہوئے واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو جو ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کی نسل سے تھے اپنے فضل سے نوازا اور ان کو اقامت دینی کے سلسلے میں ہی منصب امامت پر فائز فرمایا۔ ایک مدت تک بیت المقدس کو قلعے کی حیثیت حاصل رہی لیکن وہ اپنے آپ کو اس منصب اور ذمہ داری کا اہل ثابت نہیں کر سکے۔ چنانچہ ان کی حکیم نافرمانیوں اور وعدہ خلافیوں کی وجہ سے بالآخر ان کو اس منصب سے معزول کر دیا گیا۔ اب ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے کی نسل کو یہ ذمہ داری سونپی گئی اور اس منصوبے کے تحت اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں مبعوث فرمایا۔ یہ ذمہ داری ان پر یکدم نہیں بلکہ استواہم حکم کی بیکار پر استاکنے والوں کو ایمان لانے کے بعد آزمائشوں کی بھٹیوں سے گزارنے کے بعد ڈالی گئی جس طرح ابراہیم واسامیل علیہما السلام کو سخت آزمائشوں میں ڈالا گیا اور وہ ان پر پورے اترے۔ اب ان کی ملت کی بیرونی کرنے والوں کو اس راہ میں آنے والی مشکلات پر حیران و پریشان نہ ہونا چاہئے یہ آزمائشیں ان کے لئے غیر متوقع نہ ہوں۔ اللہ کے ہاں سخت آزمائشوں کے بعد ہی رحمت کی بارش ہوتی ہے اب انہیں اللہ کی رحمت کا طلبگار بن کر اس کی راہ میں عزم و ہمت سے آگے بڑھنا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ان النین استوا والنین ہاجر واوا جاعلوا لی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمة اللہ (البقرة: ۲۱۸)

ذرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عربوں کی معاشی و معاشی حالت کو تصور میں لائیے۔ وہ مشرق و مغرب کے بلاکوں کی ایڑھیوں تھے دبے ہوئے تھے۔ ہر طرف کفر و شرک اور الجاد اور اس کی وجہ سے فتنہ و فساد پھیلا ہوا تھا۔ ایسے میں ان لوگوں کو ایمان کی دعوت سننے کے لئے چھاننا گیا۔ ان سے کہا گیا کہ ماضی و حال کا تقابل کرو گزشتہ قوموں کی روش اور ان کے انجام سے سبق حاصل کرو۔ آخرت کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے اس لئے مستقبل پر نظر رکھو۔ فقط شعاری کے انداز کو رد کر کے اپنے آج کو بھرپور طریقے سے استعمال کرو تاکہ تمہارا کل جہی سے بچ سکے۔

اس نعمت سے ان کی کایا لچھی اور وہ ایمان کی طاقت سے سرفراز ہوئے۔

یہاں ان کو یہی فصیحیت کی جارہی ہے۔ مالک و امت والا انداز اختیار کرنے کے بجائے پر عزم اور محسوس صورت حال سامنے رکھنا ہے فرمایا و لئلاک جعلکم امتاً وسطاً لتکونوا اھلہ علی النلس اور اس طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا۔ عدل و انصاف اور اعتدال پر قائم ہونے والی امت بنایا تاکہ تم شہادت حق کی ذمہ داری کو پورا کرو۔ جیسا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل کو اس منصب پر فائز کیا تھا۔ اس لئے

ان کی روش اختیار نہ کرنا۔

امیر عظیم نے اس قبائلی جائزے کو موجودہ حالات پر منطبق کرتے ہوئے فرمایا کہ آج بھی ویسے ہی حالات تو ہیں ہر طرف کفر و الحاد اور شرک نے جھنڈے گاڑ رکھے ہیں بلکہ آج کی صورت حالات اس سے بھی زیادہ سنگین و شدید ہے کیونکہ اس وقت تو ہدایت موجود نہ تھی لیکن آج وہ مکمل ہدایت موجود ہے۔ اب کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں۔ ہم بھی اسی ہدایت کی پیروی کے دعویدار اور اسی تحریک کے علمبردار ہیں۔ لہذا ہم پر بھی وہی ذمہ داری ہے جو ان پر تھی۔ یاد رکھئے! اللہ کی رحمتیں آزمائشوں کے بغیر ممکن نہیں۔ اس ذمہ داری سے عمدہ برآ ہوئے کیلئے ہمیں بھی صحابہ کرام کی طرح سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ایمان کی بنیاد پر اپنے اعمال کو سنوارنا اور میرٹ و کردار کی تعمیر کرنا ہوگی۔ خواہشات و جذبات کے سیلاب پر بند باندھ کر عباد الرحمن بننا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے ان

مومن بندوں پر احسان فرمایا تھا کہ انکی تعلیم و تربیت کیلئے اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر آیا ہے لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَبِذَلِكَ يَتَذَكَّرُ اللَّهُ نَبْئَهُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (آل عمران: ۱۰۳) تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو ان کے سامنے اللہ کی (کتاب کی) آیات پڑھ پڑھ کر سنا تا ان کا تزکیہ کرنا اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے (آل عمران: ۱۰۳)

آج ہم پر اللہ تعالیٰ کا بے پناہ کرم و فضل ہے کہ اس نے ہمیں ہدایت سے نوازا ہے۔ ایمان کی توفیق بخشی اور ہماری تعلیم و تربیت کیلئے کتاب و سنت کی تمام تر تفصیلات موجود ہیں کہ ان سے تربیت حاصل کریں اور راہ حق کا قافلہ اس انداز سے آگے بڑھے۔ ہماری خوش محی ہے کہ مالک نے یہ سوچنے اور ذمہ داری کا احساس کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ اب اس سے بڑھ کر بد محی اور محرومی اور کیا ہوگی کہ موقع ملے اور ہم تسامی پسندی سے اسکو گنوا بیٹھیں۔ ہمارا ایسے اجتماعات میں اکٹھا ہونا اسی مقصد کے تحت ہے۔ کہ تعلیم و تربیت کیلئے رہنمائی حاصل کریں اور پھر اپنے اپنے مقامات پر مل جل کر یا انفرادی طور پر کوشش جاری رکھیں۔ ظاہر ہے کہ تعلیم و تربیت کیلئے یہ وقت بہت تھوڑا ہے۔ لیکن سروسٹ ہمیں وسائل کی کمی اور دوسری مشکلات کی وجہ سے اس پر اکتفا کرنا ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ایسے اجتماعات سے بھرپور استفادہ کریں۔ مختصر وقت کو ضائع ہونے سے بچائیں یہاں سے رہنمائی حاصل کریں اور یہ جذبہ لیکر جائیں کہ اس سلسلے کو آگے بڑھانا ہے۔ دوسروں کو نکل پہنچانا ہے۔ یہ جذبہ اگر قائم رہا تو انشاء اللہ یہ سلسلہ آگے بڑھے گا۔ مالک اپنی برکتوں سے نوازے گا ذرا مخالفین حق کی تیاریوں اور منصوبوں پر بھی نگاہ رکھئے اور پھر انصاف سے سوچئے کہ ہم کسی حد تک اپنے اوقات اور صلاحیتیں اس طرف لگا رہے ہیں تو اندازہ ہو گا۔ یاد رکھئے اس راہ میں سہل انگاری سے کام نہیں چلے گا۔ دن میں بارہ گھنٹے سونے والے یہ کام نہیں کر سکتے۔ اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے ”تھو اور لوگوں کو خبردار کرو“ رات کے ایک بجے میں جاگو اور صلوٰۃ تہجد ادا کرو (المذثر بنی اسرائیل) اور اوپر دن رات ایک کر دینے کے باوجود اللہ کا شکر گزار بندہ بننے کی تمنا کاغلبہ (اللہ اکون عبداً شکووا) یہ اندازہ بندی ہمارے لئے نمونہ ہے اور اسی سے ہمیں اپنی رہنمائی حاصل کرنا چاہئے۔ نفس کے اندر ضبط کا مادہ پیدا کرنا اپنے مالک سے بندگی کا تعلق جوڑنا، فرائض کی پابندی، نوافل کی طرف رغبت آپس کے تعلقات میں محبت و خیر خواہی، باہمی مشاورت، نظم کی اطاعت یہ ہمارا اندازہ ہو اور اسطرح ہماری انفرادیت اجتماعیت کی اس مشین کا ایک پرزہ بنے۔ ان تمام چیزوں کی تربیت کی ضرورت ہے ہماری تنقید اصلاح کیلئے ہوساتھیوں کے ذاتی معاملات کے تجسس اور فوہ میں لگنے کے بجائے خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ ان سے ملکر اصلاح کی کوشش کی جائے۔ بھائیوں کے عیب اچھالنا ہمارا کام نہیں ہونا چاہئے۔ اجتماع کے دور ان مقامی ساتھی ممان ساتھیوں کی ضروریات کا خیال رکھیں اسراف سے بچیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے لئے ایثار کا جذبہ ہونا چاہئے۔ اس راہ میں بالعموم اور اسطرح کے اجتماعات میں بالخصوص مشقت برداشت کرنا اور تکلیف اٹھانا لذت کا باعث ہو اور دل میں ناگواری محسوس نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق وافر عطا فرمائے۔ آمین

امیر عظیم کے افتتاحی کلمات کے بعد سورۃ الفاتحہ البقرۃ (پسلا رکوع) اور سورۃ العصر پر مشتمل اجتماعی مطالعہ قرآن کا پروگرام ہوا۔ جس میں مختلف ساتھیوں نے حصہ لیا۔ اللہ او صاحب (سرحد) اور خالد محمود بخاری صاحب (لاہور) نے سورۃ الفاتحہ نماز اللہ صاحب (گڑھی

عثمان خلیل صوبہ سرحد) اور ظفر اقبال صاحب (سرگودھا) نے سورۃ البقرہ اور بخت بلند صاحب (خوشگئی) نیاز اللہ صاحب و محمد حمیم صاحب (رحیم یار خان) اور محمد عقیق مسلم صاحب (کبیر والہ) نے سورۃ العصر سے متعلق اپنا حاصل مطالعہ بیان کیا۔ جس کے بعد امیر تنظیم نے اس کا محاکمہ فرمایا اور ساتھیوں کے حاصل مطالعہ کے سلسلے میں بعض تشدد پہلوؤں اور تینوں موضوعات سے متعلق اہم نکات کی تشریح بیان کی۔ ساتھیوں کو مطالعہ قرآن کے بارے میں ضروری رہنمائی کے ساتھ خصوصی توجہ دلائی اور اپنے اپنے مراکز میں اس طرح کے اجتماعی مطالعے کے پروگرام ترتیب دینے کی ہدایت فرمائی۔

اجتماعی مطالعہ قرآن کے اختتام پر عربی تعلیم کا پروگرام ہوا جس میں معلم کے فرائض کھوکھار پاپار کراچی کے ساتھی عبدالغفار صاحب نے ادا کئے۔ اس کے بعد ہمیں تعارف کی نشست ہوئی۔ پھر صلوٰۃ الطہیرہ طعام اور مختصر آرام کیلئے وقفہ ہوا۔ وقفے کے بعد قرأت القرآن اور تجوید پر مشتمل پروگرام ہوا۔ رفقاء عام کراچی کے ساتھی خالد عزیز صاحب نے شرکاء اجتماع کو تجوید کے بنیادی اصول سکھائے اور ان کے مطابق قرأت قرآن کی مشق کرائی۔ اس کے بعد لاہور کے خالد محمود بخاری صاحب نے فقہ انکار حدیث کے موضوع پر تقریر کی جس میں انہوں نے اس فقہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے بتایا کہ اس پر فتنہ دور میں انکار حدیث کا فقہ بہت ہی خطرناک ہے اور دراصل انکار حدیث دشمنان دین کا وہ کارنامہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۳ سالہ زندگی کی تعلیمات صحابہ کرام کی محنت اور تابعین و تبع تابعین اور محدثین کی جملہ کاوشوں پر پانی پھیر دینے والا ہے۔ خالد محمود صاحب کی تقریر کے بعد کھوکھار پاپار اور لانڈھی کراچی کے یعقوب علی صاحب اور سعید احمد صاحب نے مذکورہ موضوع سے متعلق سوالات کے جواب دیئے جن سے اس فقہ کے کچھ اور گوشے بھی واضح ہوئے۔ اجتماع کے پہلے روز کا آخری پروگرام عصر تا مغرب دعوت الی اللہ کا تھا لیکن شہر میں فرقہ وارانہ کشیدگی کے باعث اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ چنانچہ اس دوران حکیم محمد رمضان صاحب نے جو حال ہی میں حج و عمرے کی سعادت حاصل کر کے آئے تھے ساتھیوں کے سامنے اپنے مشاہدات و تاثرات بیان کئے جو حاضرین کی دلچسپی اور ان کی معلومات میں اضافے کا باعث بنے۔

حکیم صاحب نے مختصر وہاں کے دینی حالات پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ بیت اللہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ مشرکین اس کے قریب بھی نہ آئے پائیں وہاں ایک مخصوص گروہ کے افراد یا علی الغشی یا قاطر الغشی یا حسین الغشی کی پکاریں میں بلا روک ٹوک لگاتے ہیں اور یہ پکاریں حرم میں مظاہر ہیں سننے میں آتی ہیں میدان عرقات میں ایسے نیز دیکھے گئے جن میں اسی طرح کے شرکیہ الفاظ لکھے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح حکم ہے کہ قبروں پر کوئی عمارت تعمیر نہ ہو لیکن مسجد بنوی میں خود نبی علیہ السلام کی قبر پر گنبد خضرا موجود ہے جو لوگوں کی عقیدت کا مرکز اور امیدوں کا سارا ہے اور وہ اس طرف رخ کر کے لواقل ادا کرتے ہیں دعائیں مانگتے ہیں اور ایسے سلسلے کھلے عام فروخت ہوتے ہیں جن پر اس گنبد کی تصویر نمایاں طور پر بنی ہوئی ہے۔

۳۴ جولائی بروز منگل کو بعد صلوٰۃ الفجر کبیر والہ کے ماسٹر سر فراز صاحب نے سورۃ العنکبوت کی آیات و ما اتاکم الرسول فخذوه پر مشتمل مفصل و موثر درس قرآن دیا اور آیت مذکورہ کے شان نزول کے تعلق سے تفصیلی پس منظر بیان کرتے ہوئے قرآن و حدیث کے دلائل سے اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کو واضح کیا۔ آج بھی قرآن کے حکم کے مطابق صحابہ کرام کے انداز پر سنت رسول کو اختیار کرنے میں ہی کامیابی ہے اور یہی انداز اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا باعث ثابت ہو سکتا ہے۔ آج کی بنیادی اور ذلت قرآن کی تعلیمات اور نبی علیہ السلام کی سنت سے انحراف کا نتیجہ ہے۔ رسول اللہ کے حکم کا پابند اور اس کی اطاعت کا پیکر ہونا ہے۔ اپنے ہوائے نفس سے کچھ نہیں کہتا۔ اس کے اسوے کو اللہ کی بندگی کا بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہی میں اختلاف پیدا کر دیا گیا ہے۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے نور کا ٹکڑا قرار دیکر دونوں کی ذات کو ایک کر دیا گیا ہے۔ اور یہی گمراہی کا اصل سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کی مخالفت کرنے والے اور اہل ایمان کی روش سے ہٹ کر چلنے والے کو جہنم کی وعید سنائی ہے۔

وقفہ برائے اشراق و دانش کے بعد عربی تعلیم کا پروگرام ہوا جس میں حسب معمول عبدالغفار صاحب نے مدرس کے فرائض انجام دیئے۔ عربی تعلیم کے بعد صوبہ سرحد کے امیر عمر خطاب نے سورۃ الفرقان کی آیت قل انا لکم خیرا من جنۃ الخلدی وعدا متقون کے عنوان سے تقریر کی۔ جس کے اختتام پر مطالعہ حدیث کا پروگرام ہوا جس میں امیر تنظیم نے کتاب المسکوٰۃ کی منتخب احادیث کی تشریح بیان کی اور

موضوع سے متعلق سوالات کے جواب دیئے۔

مطالعہ حدیث کے بعد قرآن وحدیث کے بارے میں معلوماتی مقابلہ ہوا۔ اس سلسلے میں شرکا اجتماع کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ محمد اعظم صاحب سوالات کر رہے تھے اور عمر خطاب صاحب کو منصب بتایا گیا تھا جبکہ امیر عظیم جوابات کی وضاحت کیلئے موجود تھے ہر گروپ سے دس دس سوالات کئے گئے۔ دونوں طرف سے بڑے حوصلہ افزا جوابات دیئے گئے جس سے یہ معلوماتی مقابلہ حاضریں کیلئے خاص دلچسپی کا باعث بنا۔

صلوۃ الظہر اور کھانے کے وقفے کے بعد اصول تجوید اور قرات قرآن کا پروگرام ہوا جبکہ صلوۃ العصر کے بعد مسجد میں ہی دعوت الی اللہ کی طرز پر مشقی تقاریر کرائی گئیں جن میں بہت سے ساتھیوں نے حصہ لیا اور مختصر وقت میں بڑی جامع اور دلچسپ تقاریر سننے میں آئیں صلوۃ العشاء کے بعد ناظمین کی مشاورتی میٹنگ ہوئی۔

اجتماع کے تیسرے دن کا آغاز صلوۃ الفجر کے بعد سورہ توبہ کی آیات والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض..... پر مشتمل محمدی گل صاحب کے درس قرآن سے ہوا جس میں انہوں نے خصوصیت کے ساتھ مؤمنین کے درمیان تعلقات کو بڑے موثر انداز میں واضح کیا۔ اشراق وناشتے کے وقفے کے بعد صوبائی امراء نے اپنے اپنے علاقوں کی صورتحال اور دعوتی سرگرمیوں کا جائزہ پیش کیا۔ حکیم محمد رمضان صاحب نے پنجاب، ڈاکٹر عمر خطاب صاحب نے صوبہ سرحد، عبدالغفور صاحب نے سندھ، عبدالرحمن صاحب نے بلوچستان اور محمد آزاد صاحب نے آزاد کشمیر کے حالات سے شرکاء اجتماع کو روشناس کرایا۔ دعوتی اور تربیتی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔ یہ سن کر خوشی ہوئی ملک کے مختلف علاقوں میں متعدد نئے مراکز قائم ہوئے ہیں اور ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے بعد ازاں عربی تعلیم کا پروگرام ہوا۔ آزاد کشمیر کے محمد آزاد صاحب اور امیر عظیم کے مشترکہ اختتامی کلمات پر یہ سہ روزہ تربیتی اجتماع اختتام پذیر ہوا اور شرکاء اجتماع کے کچھ قافلے شام کی ریل گاڑیوں سے اپنے اپنے علاقوں کی طرف عازم سفر ہوئے جبکہ بقیہ اگلے روز صبح اور دن کے وقت جانے والی گاڑیوں سے روانہ ہوئے۔

بقیہ :- حافظوا علی الصلوٰت

برابر کرنا صلوٰۃ کے پورا کرنے سے ہے۔" (صحیح بخاری)

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقیمو اصفو فکم فانی ارحم من وراء ظہری وکان لہدنا یلرزق منکبہ بمنکب صاحبہ وقدمہ بقدمہ (صحیح بخاری)

ترجمہ: "انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ صفوں کو سیدھا کیا کرو۔ میں تم کو پشت سے بھی دیکھ لیتا ہوں (انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک شخص اپنا کندھا دوسرے کے کندھے سے اور اپنا قدم دوسرے کے قدم سے ملا دیتا تھا)۔" (صحیح بخاری)

"نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب اقامت ہو جائے تو صف میں شامل ہونے کے لئے بھاگے نہیں بلکہ وقار کے ساتھ چلتا ہوا آئے۔" (بخاری، مسلم)



سلسلہ سوال و جواب

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ————— ترتیب: سعید احمد کراچی

سوال ۱۔ جماعت اسلامی بھی کیا دین کا کام کر رہی ہے؟

جواب۔ ایک زمانہ تھا کہ جب ہندوستان میں مسلم لیگ کا دور دورہ تھا اور یہ کہا جا رہا تھا کہ بادشاہی طرز حکومت سے نجات حاصل کرو حکومت کا طرز جمہوری ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس انداز حکومت میں ہی کامیابی ہے۔ تو اس دور میں انہوں (جماعت اسلامی والوں) نے اپنی کتابوں میں لکھا کہ ہم مسلمانوں کے لئے اگر دنیا میں کہیں بھی بادشاہت ہے تو یہ لات (بت) ہے۔ اور جمہوریت ہے تو منات (بت) ہے لہذا اگر اب لات چلا جائے اور اسکی جگہ منات لے کر تو اس سے آخر دین میں کیا فرق پڑا۔ مسلم لیگ کے اس دور میں جماعت والوں کا یہ کہنا تھا اور انہوں نے یہی اپنی تحریروں میں بھی لکھا تھا۔ مگر یہی کہنے والے یہاں پاکستان آکر جمہوریت کے پتھریں بنے ہیں۔ اس کے بعد تو جمہوریت کی پوجا شروع ہو گئی۔ یہ منات الہ بن گیا ہے۔ ان تمام چیزوں کو جو شروع کے دور میں ان کے پیش نظر تھیں ان کو اور سارے دین کو اس منات (جمہوریت) کے لئے قربان کر ڈالا گیا۔ جو دین کے اصول تھے بدل ڈالے گئے اور اسلامی عقائد و نظریات میں شرک کی آمیزش ہوئی۔ ایمان کی دعوت کا جو انداز انہوں نے اختیار کیا تھا اس سے بھی انہوں نے انحراف کیا ہے۔ یہاں تک کہ جمہوریت کو اسلامی بنایا گیا اور پھر اسکی آبیاری کے لئے جمہور کے مشرکانہ طرز عمل کو اختیار کیا گیا۔ جیسے آستانوں پر حاضری قبروں پر چادر چڑھانا۔ غرض ہر وہ انداز اختیار کیا گیا جس سے جمہور کی خوشنودی حاصل ہو سکے۔

سوال ۲۔ جماعت اسلامی سے آپ علیحدہ کیوں ہوئے؟

جواب۔ امام بخاری نے زید بن عمرو بن نفیل کا واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ زید بن عمرو بن نفیل اپنی قوم کے کفر و شرک سے بیزار ہو کر حق کی تلاش میں ملک شام گئے کہ شاید یہود اور نصاریٰ میں ایمان اور اسلام مل جائے۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر یہودی عالم سے ملاقات کی اور کہا کہ میں تمہارے دین میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ یہودی عالم نے جواب دیا کہ اگر تم ہمارے دین میں شامل ہوئے تو اللہ کی لعنت کا ایک حصہ تمہیں بھی ملے گا اور جہنم کی آگ سے نہ بچ سکو گے۔ زید بن عمرو بن نفیل نے جواب دیا کہ میں جہنم کی آگ سے ہی تو بچتا چاہتا ہوں۔ ملک شام اسی لئے آیا ہوں کہ نجات کا کوئی راستہ تلاش کروں۔ آپ مجھے کوئی راستہ بتائیے۔ یہودی عالم نے کہا کہ مجھے کوئی

راستہ معلوم نہیں سوائے ملت ابراہیم کے جو کہ حقیقت تھے لہذا تم اسے تلاش کرو۔ پھر زید نے ایک عیسائی عالم سے ملاقات کر کے وہی بات کہی کہ میں تمہارے دین میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ تو اس عیسائی عالم نے جواب دیا کہ ہم اپنی اس عیسائیت ہی کی وجہ سے اللہ کی لعنت کا شکار ہوئے ہیں۔ تم اس کفر و شرک میں ملوث ہو کر اللہ کی لعنت کے مستحق نہو گے۔ زید نے جواب دیا کہ میں اسی سے توبہاگا ہوں۔ کہ جہنم کی آگ اور اللہ کی لعنت سے بچ سکوں۔ عیسائی عالم نے کہا کہ اگر تمہیں راہ راست کی تلاش ہے تو ملت ابراہیم کو تلاش کرو۔ یہ سننے کے بعد وہ مایوس ہو کر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں انکی وفات ہو گئی۔ دنیا کی حالت دیکھنے کے بعد اس وقت میں نے جماعت اسلامی کالٹریچر پڑھا تھا اور اپنی اس وقت کی جو معلومات تھیں اس لحاظ سے میں نے سمجھا کہ یہ جماعت اسلامی کی دعوت وہی ہے جو بنی علیہ اسلام نے دی تھی۔ جسے صحابہ کرام نے قبول کر کے اس راستے میں اپنی جانیں لگائیں تھیں۔ لیکن اس کے بعد آگے چلنے پر معلوم ہوا کہ ہر جگہ وہی چیز ہے۔ سلطانی بھی عیاری ہے درویشی بھی عیاری۔ اس کے بعد میرے لئے ایک ہی راستہ تھا کہ یہاں سے نکل جاؤں اور یہی بات میں نے اپنے خط میں بھی لکھی تھی کہ میں تو یہ سوچ کر اپنی کشتیاں جلا آیا تھا کہ یہاں اللہ کے دین کا کام ہو رہا ہے لیکن میں نے دیکھا کہ اس کے بجائے یہاں بھی وہی فریب کاری والا معاملہ ہو رہا ہے۔ اسی لئے میں نے بالاخر استعفیٰ دیا تو واضح طور پر بتا دیا کہ اب میں نے دیکھ لیا اور میرا دل ٹھک گیا کہ یہ سب کچھ اللہ کے لئے اسکے دین کی سرفرازی کے لئے اور اسکی رضا کے حصول کے لئے نہیں بلکہ اپنی سرفرازی اور اپنی دنیا کے لئے ہو رہا ہے۔ اس لئے اب میرے لئے اور کوئی راستہ نہیں الا یہ کہ میں اللہ کا فضل کہیں اور تلاش کروں۔ تب ہی استعفیٰ دیکر ماچھی گوٹھ کے اجتماع کے بعد اس جماعت سے نکل گیا ہوں۔ اور میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مالک نے مجھے راہ دکھائی اور پھر میں اس چکر میں نہیں پڑا۔

سوال ۳ :- تصوف کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب :- ”من یشاقق الرسول... الخ“ یعنی اللہ فرماتا ہے کہ جو شخص ہمارے نبی کی لائی ہوئی بات کو جھٹلاوے اس بات کو ماننے سے انکار کرے اور جھگڑا کرے تو یہ نہیں کہ کسی نے انکار کیا اور ہم نے فوراً اس کے برہادی کا حکم صادر کر دیا۔ یہ ہمارا طریقہ نہیں ہے۔ یہ ہماری دنیا اسکی آزمائش کے لئے ہے۔ اگر وہ انکار کر کے جانا چاہتا ہے ہماری بات کے مقابلے میں شیطان کے راستے کو اختیار کرتا ہے تو ہم اس راستے کے لئے سمولت مہیا فرماتے ہیں اور آخر کار اس کا انجام یہ ہو گا کہ جہنم کی آگ کا وہ ایندھن بنے گا اس سے زیادہ برباد کرنے والی اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ تو یہ تصوف ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ لیس کھٹلہشی اللہ کی کوئی مثال نہیں ہے۔ اور یہ تصوف والے کہتے ہیں کہ لاموجود الا اللہ کہ ہر چیز جو اس دنیا میں موجود ہے اللہ ہے اللہ کی ذات کا ٹکڑا ہے۔ وہ ہم ہوں یا آپ ہوں یہ گندی نالیوں میں بہتا ہوا نجاست کا انبار ہو یہ بھی اللہ کی ذات کا ٹکڑا ہے۔ یہ کتا اور بلی بھی ایک کاٹھ کے دس کوڑھے کر دو تو ہر حصہ جو ہے اللہ کی ذات کا ٹکڑا ہے۔ یہ دین انہوں نے ایجاد کیا اور خوش ہوئے کہ اس طرح سے شریعت کو ختم کر دیا۔ جب تم اللہ کی ذات کے ٹکڑے ہو تو سور کھاؤ، شراب پیو، زنا کاری کی انتہاء کر دو، بایاؤں کے دروں پر دستک ہی نہیں ماتھے ٹیک ٹیک کر مریخ غم کس بات کا ہے جب تم اللہ کی ذات کے حصے ہو تو اللہ اپنی ذات کو تو جہنم کی آگ میں نہیں جلائے گا۔ یہ سارا جو دین کا معاملہ ہے اسکو انہوں نے ختم کر ڈالا ہے۔ کبھی ان تصوف والوں کے دل میں آیا تو شان کے ساتھ خدائی کا دعویٰ کیا اور کبھی شوق چاہا تو بندگی میں لگ گئے۔ اور بندگی بھی ایسی کہ ان کے ہاں ایک صلوٰۃ المکسوس بھی ہے کہ کنوئیں میں اٹنے لٹک کر نماز پڑھتے ہیں۔ بتائیں کیا انداز ہے۔ تو یہ تصوف ہے جس نے امت کو برباد کر ڈالا ہے۔ بد قسمتی یہ ہے کہ تصوف سارے مسالک کی رگوں کے اندر آ گیا ہے۔ اور اس ملک کے اندر یہ غضب ہوا کہ یہاں پہلے تصوف والوں کی خانقاہیں بنیں جو اپنی برہادی کے خواہاں ہوتے وہ وہاں جاتے پاپوسی کرتے، حضرت کے سامنے اپنی گردن جھکا دیتے اور قرآن وحدیث کے خلاف انکی خدائی کا دم بھرتے۔ اس طرح یہ لوگ برباد ہوتے تھے۔ لیکن اب بد قسمتی یہ ہوئی کہ یہ خانقاہیں موبائل (mobile) ہو گئی ہیں۔ متحرک بن گئی ہیں یہاں بھی راستے کلیوں میں بھی نظر آتی ہیں اور کبھی ایران جاری صں کبھی جاپان اور کبھی امریکہ اور انگلینڈ جاری ہیں تو یہ تصوف کی خانقاہیں ہیں جو متحرک ہو کر ساری دنیا میں پھیل گئی ہیں ان کا کیا عقیدہ ہے یہ بتا چکا ہوں ان کے ذریعہ سے اللہ کے بندوں کی برہادی کا وہ پیغام ہے کہ اللہ جسے بچائے وہی بچے گا۔

سوال ۴ :- گنبد خضراء کی تصویر جو کہ کاغذ اور کپڑے وغیرہ پر بنی ہوتی ہے اس کو اکثر لوگ گھروں میں برکت کے لئے لٹکاتے ہیں کیا اسکو توڑنا یا پھاڑنا چاہئے۔

جواب :- گنبد خضراء کی تصویر کو پھاڑنا چاہئے کیونکہ یہ کھلا شرک ہے اور اس کی فوٹو جو گھروں اور مسجدوں میں لٹکے ہوتے ہیں وہ خالص بت پرستی ہے اور اس کے بارے میں دورائیں ممکن نہیں خود نبی علیہ السلام کی دعا ہے "اللہم لا تجعل قبری وثناً بعدی"

سوال ۵ :- مقررین حضرت حسین کو صحابی کہتے ہیں جبکہ صحیح تاریخ میں ہے کہ امام حسین صحابی نہیں تھے اس کے بارے میں وضاحت فرمائیں؟

جواب :- حسین رضی اللہ عنہ سے حدیثیں آئی ہیں۔ محدثین نے جس طرح محمودین ریح کو لیا ہے جو کہ چار پانچ سال کے تھے ان کے اپنے اس واقع سے کہ مجھے یاد ہے کہ اللہ کے نبی میرے گھر تشریف لائے اور ہمارے گھر کے کنوئیں کے ڈول سے پانی منہ میں لینے کے بعد مجھ سے انہی کے طور پر اپنے منہ سے مجھ پر پچکاری ماری۔ وہ صحابی مانے جاتے ہیں اس طرح یہ حسین بھی صحابی ہیں ان سے بھی حدیثیں ہیں یہ کہنا کہ وہ صحابی نہیں ہیں صحیح نہیں ہے۔

سوال ۶ :- بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسند احمد احمد بن حنبل کی کتاب نہیں یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔

جواب :- بات یہ ہے کہ مسند احمد نے نہ صرف عقیدے کو خراب کیا بلکہ شیعت کو بھی پھیلا دیا ہے۔ شیعوں سے عقائد ہی نہیں لائے بلکہ پوری تاریخ وہاں سے لیکر مسند کے ذریعہ سے پھیلائی ہے۔ صحابہ کرام پر شیعوں کے عائد کردہ الزامات دہرائے ہیں۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر جب انکی گرفت کی گئی اور واضح کیا گیا کہ دیکھو! اس کتاب میں شیعوں کی منکر روایتوں کے ذریعہ زہر بھردیا گیا ہے۔ اور اس کتاب میں بربادی کا سامان ہے تو اب یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ انکی (احمد بن حنبل) کتاب نہیں ہے۔ حالانکہ ان سے پہلے جتنے بھی مفسرین شامہ حدیث اور مسالک کے لوگ گزرے ہیں سب نے اپنی تحریروں، تفسیروں اور شروحات میں بخاری کی حدیثیں موجود ہونے کے باوجود سب سے پہلے احمد بن حنبل اور انکی مسند کا حوالہ پیش کیا ہے۔ تاریخ اور رجال کی کتابوں میں ہر جگہ احمد بن حنبل کی مسند کا ذکر ہے۔ اور یہ سلسلہ سارا سہ گیارہ سو برس سے چلا آ رہا ہے۔ مگر اب جبکہ انکی گرفت ہوئی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ انکی کتاب نہیں ہے۔ ہاؤ وہ کون ہے جسکی یہ کتاب ہے کل یہ کوئے کہ امام احمد بن حنبل کوئی گزرے ہی نہیں ہیں۔

سوال ۷ :- کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا؟

جواب :- حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے نبی کی زوجہ محترمہ زینبؓ ایک سفر میں تھیں۔ انکے پاس دو اونٹ تھے۔ صفیہؓ بھی اللہ کے نبی کے نکاح میں آچکی تھیں۔ اب وہ بھی ام المؤمنین بن گئی تھیں۔ ان کا اونٹ استثنائی تھا کلامہ تھا تو اللہ کے نبی نے زینبؓ سے کہا کہ ایک اونٹ آپ کے پاس فاضل ہے اسے صفیہؓ کو دے دیں تو انہوں نے کہا کہ اس پروریہ کو؟ کچھ ایسا انداز تھا جو عموماً سوکن کے ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ کے نبی ناراض ہو گئے۔ زینبؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک عرصہ گزر گیا نبی علیہ السلام نے مجھ سے التفات نہیں کیا۔ میں سخت پریشان تھی کہ کیا کروں۔ زینبؓ بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے صحن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ دن کا وقت اور سورج موجود تھا کہ میں نے اپنے سامنے ایک سایہ دیکھا اور سامنے کا جو انداز تھا اس سے میں نے خیال کیا کہ یہ سایہ تو اللہ کے نبی کا معلوم ہوتا ہے۔ جب میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تشریف لائے ہیں اور آپ نے میری خطاؤں کو معاف کر دیا ہے۔ یہ نبی علیہ السلام کے سامنے کا ثبوت ہے۔

ہمارا طرزِ فکر و عمل

ہماری عطاویں ایمان کے معاد کو اولین اہمیت حاصل ہے اور سب سے پہلے ہم اسی مسئلہ کو دنیا کے سامنے اس طرح رکھنا چاہتے ہیں کہ بات بالکل صاف ہو جائے اور کوئی اشتباہ باقی نہ رہے ہم بیانگم و میل اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ ”توحید بنی ہر خیر کا سرچشمہ ہے اس سے صرف نظر کر کے کسی بھی بطلانی کا حصول ممکن نہیں اور شرک ہی دراصل وہ نجس ڈانٹ ہے جو برائی کو جنم دیتی ہے اور اس کو ہر حال میں ناپید ہونا چاہئے۔ اعتقاد کی صفائی کے ساتھ ساتھ ہماری کوشش یہ ہے کہ عمل میں منت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بال برابر بھی نہ ہٹا جائے اور یہ عبادات کے مشہور فقہی اختلافات تو ہم انہیں صرف ترجیحات کا معاد سمجھتے ہیں حق و باطل کا فرق نہیں۔ ہر ایک کے پاس اہل علم صحابہ کرام کی سند موجود ہے۔ ہم ان اختلافات سے خائف نہیں ہم تو اس دنیا کی رنگینی سے ڈرتے ہیں جو غلوں کو بیاکاری اور ایمان کو نفاق میں بدل دیا کرتی ہے ہماری دعوت کا اصل نذر آخرت نہیں پر ہے دنیا تو ہر حال ناک و گزافی آتی ہے۔

آج کی دنیا میں کفر و فساد اور مشہور و متحد ہے اور ایمان کمیاب کمزور و منتشر۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم اس کھسکے ہوئے ایمان کو یکجا کریں۔ اس کی تعداد میں اضافہ کے لیے زور لگائیں، پھر ایمانداروں کے درمیان رابطہ اور نظم قائم کر کے ایک مرکزیت پیدا کریں اور اس مرکزیت کے ذریعہ کفر و باطل کا ہر محاذ پر مقابلہ کریں۔ سیرتوں کی پیروی اور قسراں و سنت کی تعلیم کے لیے ہم مسجدیں تعمیر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہماری خواہش اور تمنا تو یہ ہے کہ مشہور شہر قریہ قریہ ان مسجدوں میں اللہ کے غلص بندوں کے وہ مراکز قائم ہوں جو دنیا کے سامنے ترمید کا مثالی نمونہ پیش کریں، تلاوتِ قسراں، تزکیہ، تعلیم کتاب و سنت کے ذریعہ لوگوں کو اللہ کا بندہ بننے کا شوق دلائیں۔ بے لاگ کھلی اور واضح دعوت کا ہر چہا کر کے اپنے ماحول کو غور و فکر پر مجبور کریں۔

اس راہ کی دشواریوں سے ہم ناواقف نہیں ہیں۔ لیکن ہمارا اعتماد اور توکل اپنے مالک پر ہے۔ اس کی قدرت کو ہم بے پایاں سمجھتے ہیں وہ چاہے تو ان حقیر کوششوں کے انجام کو عظیم سے عظیم ترکہ دے۔ اس کی راہ میں ناکامی کا تو گزر نہیں۔ ایک قدم کے بعد ہی موت آجائے تو کامیابی اور کوئی منزل کو چھوڑے تو اس کو پوچھنا ہی کیا۔

وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ

کبھی کم تعداد اور قلتِ اسباب کے باوجود امت مسلمہ حاکمیت کے منصب پر فائز تھی۔ اسے عزت و رفعت بھی حاصل تھی اور شان و شوکت بھی۔ ان سے باطل قوتوں کے ایوان لرزتے تھے مگر اب جبکہ اسلام کے نام لہو اور ایمان کا اقرار کرنے والے دنیا کی دوسری بڑی اکثریت ہیں، نہ تو ان کی وہ شوکت قائم رہی اور نہ ہی وہ عزت و وقار ہی باقی بچے بلکہ آج ان پر ہر طرف پستی و مغلوبیت اور ذلت و رسوائی مسلط ہے۔ ان کا خون اڑاں اور عصمتیں تار تار ہیں۔ دنیا میں ہر جگہ سے ان کی آہ و بکاہی سنائی دیتی ہے۔ کشمیر، افغانستان، ہندوستان، برما، فلسطین، بوسنیا اور صومالیہ وغیرہ کی زمین ان کے لہو سے رنگی جا رہی ہے۔ وہی جو اقوام عالم کے امام بنائے گئے اب ان کے دست بچون کر رہ گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کامیابی اور سرفرازی کو ایمان کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔ فرمایا: **وَأَنْتُمْ لَا تَغْلِبُونَ** اِنَّكُمْ مِّنْهُ مُوَفَّيِّنَ (آل عمران) بلاشبہ اللہ کا فرمان حق اور اس کا وعدہ سچا ہے۔ اس طرح معلوم ہوا کہ موجودہ ذہنوں مالی اور برادری محض ایمان کے ساتھ عقد کا نتیجہ ہے ورنہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک یہ امت صحیح مسنون میں ایمان دار رہی اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور اس کا فضل اس کے شامل حال رہا مگر جب سے اس کی اکثریت دعویٰ ایمان کے ساتھ شرک پر مکر بہت ہوئی ہے الا واحد کے ساتھ بے شمار مسمود بھی ان کی توجہ کا مرکز بنے اور اللہ کے ملاوہ اس کی مخلوق میں سے دانا، دیگر نفوٹ غریب نواز، مشکل کشا اور حاجت روا بنائے گئے تو اللہ کے مذاپ نے انہیں اس طرح گیر کر اب دنیا میں نہ انہیں کہیں امن نصیب ہے اور نہ ان کا کوئی پُرسان حال ہے۔

امت کی ذہنوں مالی کو بدلنے اور اصلاح احوال کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اس کو اپنی موجودہ روش کو ترک کر کے اپنے ایمان کو کفر و شرک کی آمیزش سے بیکر پاک کرنا جو گامیہا کہ مالک کا فرمان ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّسْتَقْتَدُونَ (الانعام)